

PARHLO PAKISTAN

اب آپ ہر قسم کے ناول ہماری ویب سائٹ  
سے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہماری ویب سائٹ ناولز رہٹرز کے لئے آفر  
بھی دیتی ہے۔ اگر آپ لکھنے کے شائق ہیں تو ہم سے رابطہ  
کریں۔ آپ کے ناولز کے علاوہ ناول کے بہترین ہونے  
پر آپ کو کیش پرائز بھی دیں گے

ابھی اپنا ناول EMAIL کریں اور اپنے لکھاری ہونے کا فائدہ اٹھائیں۔

WHATSAPP GROUP : 0318-9992829

PARHLO.COM.PK@GMAIL.COM



سلسلے وار ناول

## پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفت سراج

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔  
انا قید خانہ ہے۔

محبت سپردگی ویسے ساختگی کا استعارہ ہے۔  
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔

محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔

محبت من کا سرور ہے... انا ”دکھ بدن“ ہے۔

محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے۔

محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔

انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔

محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔

محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔

محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔

محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔

محبت علیین... انا سافلیں۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو  
قید کر لوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو  
چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو  
وہ مجھے اتنا تنگ اتنا تنگ لگتا ہے کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دوروں سے نڈھال ایک سویر صدی کے آدم و حوا کی کہانی

قسط 7

کمرے میں ہلکا، ہلکا میوزک سنائی دے رہا تھا۔ زین اپنے نرم ریشمی بال بکھرے ڈانس کر رہا تھا، انداز  
نسوانی تھا یعنی کندھے جھٹکتا ہے تو کبھی وجد کے انداز میں بال دائیں بائیں لہراتا، کبھی کو لیے منکا تا ہے۔ اسی وقت  
اس کے سیل فون پر اس کے کلاس فیلو میز کی فوٹو پلنک ہوئی۔ ساتھ ہی فون کی تیل بھی سنائی دی۔  
زین نے رک کر ہانپتے ہوئے بڑی ہیزارنگ نگاہ سیل فون پر ڈالی مگر میز کی فوٹو پر نظر پڑتے ہی یک دم پُر جوش





”جی بیگم صاحبہ.....“

”اچھا ٹھیک ہے..... مہمان کو اندر بھیج دو..... میں زین کو فون کر کے بتاتی ہوں۔“ عرشہ، زین کا نمبر ملائے لگیں۔

☆☆☆

فری اندر داخل ہوئی..... محل کے انداز کی تعمیر کا شاہکار گھر..... بلند چھت کے نیچے سب کچھ..... گراؤنڈ فلور، فرسٹ فلور، ٹیرس، بالکونیاں، وسیع رقبے پر پھیلا ہوا گھر..... جس کے دو اطراف سرسبز لان تھا..... زین نے اپنی کوئی پازنی گھر نہیں رکھی تھی وہ گروپ میں سب سے زیادہ ٹریٹ دیتا تھا مگر ہمیشہ گھر سے باہر..... رات بھی اس نے گھر باہر ہی سے دیکھا تھا جبکہ رات بھی گہری تھی۔

وہ آہستہ آہستہ خود ہی اندازہ لگا کر آگے بڑھتی جا رہی تھی، کوئی ملازم بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک عجیب سا خوف اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرسرا رہا تھا۔ وہ سرخ بھری کی روش طے کرتی ہوئی آگے بڑھتی تو بڑا سا پر شکوہ داخلی دروازہ سامنے تھا جس کے دو چوڑے پتے تھے، لکڑی پر دیدہ زیب نقش و نگار بنے ہوئے تھے اور دونوں پتوں پر پتیل کے دو ہینڈلز کی شکل میں نصب تھے بوقت ضرورت انہیں اپنی انگلیوں سے پکڑ کر کھڑکا بھی جاسکتا تھا یعنی دستک دی جاسکتی تھی۔ اسے اپنے سیدھے ہاتھ پر کال تیل اور انٹرکام بھی نظر آ گیا اس نے ابھی کال تیل شن دبانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ دروازے کا ایک پتہ کھل گیا۔ سامنے زین بکھرے بالوں کے ساتھ حیران پریشان

نظر آنے لگا اور فون ریسو کر کے بڑی ادا سے بولا۔

”ہیلو..... کیسے ہو سسٹ ہارٹ.....؟“

”کامریہ آج پھر جیسی..... are you ok؟“ دوسری طرف سے معیز اس کی خیریت جانتا چاہتا تھا۔  
”I am so fine so happy, absolutly in peace“ زین نے لہرا کر بکھرے بال

بھٹکے اور چھوٹا سا قہقہہ لگایا۔

”پھر absent کیوں؟“ معیز حیران تھا۔

”دل نہیں چاہ رہا تھا..... میں خوش ہوں ٹیچر زبور کر دیتے.....“ زین نے منہ بنا کر جواب دیا۔

”اتنا زیادہ خوش؟“ کوئی حاس و بیہ؟

”بس میرا دل چاہ رہا ہے خوش ہونے کو..... میرا دل..... میری مرضی.....“ زین نے المیہ و شیزہ کی طرح اٹھلا کر کہا۔

”تجربیں ٹریٹ منٹ کی ضرورت ہے..... معاملہ ایکسٹرم پر ہے۔“ معیز نے یہ کہہ کر اپنی طرف سے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔

”بوتہ.....“ زین نے سل بھینکنے کے انداز میں بیڈ پر ڈال دیا۔

”خالم“ guys“ آف..... کسی کی خوشی پر جل، جل کر مر جاتے ہیں۔“ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا اور بیلو تو تھ ابیکر ہاتھ میں اٹھا کر سوچ میں پڑ گیا جیسے فیصلہ نہ کر پارہا ہو کہ ڈانس پھر سے شروع کرے یا ملتوی کر دے۔

☆☆☆

عرشہ ٹھیک سے سوچیں پانی تھیں رات گھر پہنچ کر ٹھینڈ سے ملنے کے بعد وہ بہت زیادہ پریشان ہو گئیں، ٹھینڈ ہوش و حواس میں نظر آئیں تو انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔ مگر ٹھینڈ ان سے سخت خفا تھیں کہ وہ انہیں نرس کے حوالے کر کے سیر سائے کرتی پھر رہی ہیں، عرشہ نے بہت کچھ کہنے کی وضاحت و صفائی پیش کرنے کی کوشش کی تھی مگر انہوں نے کوئی بات سنے بغیر ہلکی، بھٹکی رضائی میں چہرہ چھپالیا اور اس سے عرشہ نے ان کی شدید ناراضی کا اندازہ کر لیا۔ اب ابھمن میں بیٹھی تھیں کہ دن چڑھ گیا ہے اور پھر بھی کو face کرنا ہے۔ اسی لمحے انٹرکام کی کھنٹی بجی۔ انہوں نے ٹمبر اہٹ میں ریسور اٹھایا تھا، دوسری طرف گارڈ تھا۔

”بیگم صاحبہ..... مہمان آیا ہے۔“ بلوچ گارڈ نے اسے مخصوص لہجے میں مطلع کیا۔

مہمان.....؟“ عرشہ نے چونک کر وال کلاک کی طرف دیکھا۔

”کون ہے..... جس کو مہمان بننے کی اس قدر جلدی تھی.....“ انہیں حیرت ہوئی۔

”کون ہے؟ نام پوچھا؟“ عرشہ متذبذب تھیں۔ ٹوٹو کسی بھی وقت نازل ہو سکتی تھی مگر گارڈ ٹوٹو کو بہت اچھی طرح جانتا، پہچانتا تھا۔

”کوئی کس صاحبہ ہے..... اپنا نام پارٹیش (فریش) بولتا ہے۔“

”پارٹیش؟“ بالکل قطعی انہیں نام جو وہ پہلی بار سن رہی تھی۔

”جی بیگم صاحبہ..... زین صاحبہ کا ہم جماعت ہے۔“ اور کالج میں پڑھائی کرتا ہے..... ابھی مین گیٹ کھولوں؟“

”اوہ..... زین کی کوئی کلاس فیلو ہے۔“ عرشہ نے اب سکون کی سانس لی۔

”زین کی گاڑی کھڑی ہے؟“ عرشہ کو اندازہ تو تھا کہ آج زین نے پچھٹی ضرورت کی ہوگی..... نازک مزاج لڑکے نے کل لگ بجک 100 کلومیٹر سے زیادہ تو ڈرائیو کی تھی۔



**ہلکوں سے اٹھاؤں اس کو**

”لیکن کہاں جا رہے ہو..... اپنا حلیہ تو دیکھو..... اتنی جلدی میں کیوں ہو؟ کیا ہوا ہے؟ مجھے بتاؤ تو.....“  
 ”اوہ..... Good God! فری کا سمل مسک ہے..... کار چیک کر کے بس ابھی آتے ہیں.....“ اس سے  
 پیشتر کہ عرشلہ مزید کچھ بولتیں دوں تو تیزی سے چلتے ہوئے باہر نکل گئے۔  
 عرشلہ کے کمزور اعصاب ہلک جھکنے میں تو فیصلہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے تھے چند سیکنڈ غور کیا تو بات سمجھ  
 آئی۔ اب وہ بھی بڑی تیزی سے دونوں کے تعاقب میں باہر جا رہی تھیں۔

☆☆☆

سارہ اپنے سیل سے فری کا نمبر ڈرائی کر رہی تھیں۔ ہر بار پاور آف ہونے کی ریکا رڈنگ سنائی دے رہی تھی۔ وہ اس موہوم امید کے ساتھ کوشش کر رہی تھیں مبادا فون مل گیا ہو فری نے آن کر لیا ہو یا فری کے ہاتھ آ گیا ہو۔ لیکن اب شدید مایوسی کے بعد انہوں نے اپنا سیل فون ڈھیلے ہاتھ سے سامنے پڑی سینئر ٹیبل پر رکھ دیا۔

”بہت غلط ہوا..... کل کلاں کو اگر رشتے کی بات بن جاتی ہے تو..... یہ بات سامنے تو آ سکتی ہے..... کتنی شرمندگی کی بات ہے..... ہزار دو ہزار کا تحفہ ہوتا تو وقت کے ساتھ معاملہ ادھر ادھر ہو جاتا..... لاکھوں کی چیز..... دینے والا بھی یاد رکھتا ہے۔“

دوسری ایک اور بڑی اذیت ناک صورت حال سامنے آ رہی تھی فری کو سنبھالنے کے لیے انہیں کیا کیا پاپڑ بیٹے پڑیں گے..... وہ سیل فون تو فری کا خواب تھا..... جو بس چکنا چور ہو گیا تھا۔

”آج کل کی لڑکیوں کو تو ویسے بھی گولڈ کی جیولری سے زیادہ سیل فون کی خواہش ہوتی ہے۔“ وہ اپنے سیل فون پر نظریں جمائیں اتنی متحکّر نظر آ رہی تھیں کہ الفاظ میں ترجمانی ناممکن تھی..... گویا کسی کا عزیز ترین رشتہ انتہائی گہمداشت کے یونٹ میں زیرِ علاج ہو اور وہ صبح کے دانوں پر اس کی سانسیں مگن رہا ہو۔

☆☆☆

فری اب بت کی طرح سناکت کھڑی تھی۔ زمین اس کی آنکھوں کے سامنے اپنی انگلیاں جھٹا رہا تھا۔  
 ”کم آن..... ایسا کیا ہو گیا.....؟ مارکیٹ میں اس سے بھی زیادہ اچھے، اچھے سیل فون مل رہے ہیں..... اب  
 دل بڑو کی کیا؟“

فری کی پکوں میں جھنش ہوئی..... اس نے اپنے وجود کو حرکت دیے بغیر زین کی طرف دیکھا۔  
 ”میں تمہاری طرح rich نہیں ہوں کہ بھاگ کر جاؤں اور تین لاکھ کاسل فون خرید لوں.....“ یہ کہتے کے  
 ساتھ ہی وہ بچوں کے انداز میں بلک، بلک کر رو پڑی..... یعنی چہرہ ہاتھوں میں نہیں چھپایا..... جس انداز میں کھڑی  
 تھی اسی انداز میں کھڑے، کھڑے بلکنے لگی..... ہونٹ دبائے سکیاں لے رہی تھی..... سکیاں دبانے کی کوشش  
 بھی نہیں کر رہی تھی..... جیسے چھوٹے بچے بے ساختہ روتے ہیں اور رونے پر شرمندہ بھی نہیں ہوتے۔  
 ”مجھے تمہارے رونے سے بہت تکلیف ہو رہی ہے فری..... پلیز..... نہ روؤ..... میں تمہیں ویسا ہی نکل فون  
 گفٹ کر دوں گا..... مگر پلیز..... نہ نہ کرو.....“

”میں تم بے اتنا expensive گفٹ کیوں لوں گی.....؟ تم نے میرا بیگ پیچھے کیوں پھینکا تھا..... وہ ٹھیک سے زپ اپ بھی نہیں تھا۔ گھر پہنچ کر تم نے اٹھا کر دیا۔ ٹھیک سے نہیں پکڑا، ہوگا وہ گیٹ سے باہر گر گیا ہوگا..... کیا ضرورت تھی تمہیں میرا بیگ پیچھے رکھنے کی.....؟ وہ شولڈر بیگ ہی تو تھا..... luggage تو نہیں..... سب لڑکیاں اپنا شولڈر بیگ ساتھ ہی رکھتی ہیں..... تم نے کیوں اٹھایا تھا میرا بیگ.....“ اب فری پر گویا۔  
اگل پن کا دورہ پڑ گیا تھا۔

فری کی طرف دیکھ رہا تھا۔  
 ”فری تم؟؟؟؟؟ ایاک؟؟؟؟؟ آنے سے پہلے فون تو کر دیتیں۔۔۔۔۔“ وہ ایک طرف ہو کر فری کو اندر آنے کا  
 رستہ دیتے ہوئے کہہ رہا تھا اور ساتھ ہی فری کے تاثرات بھی دیکھ رہا تھا۔  
 ”فون ہوتا تو ضرور کر دیتی۔۔۔۔۔ اسی لیے آئی ہوں، رات سبیل شاید تمہاری کاری میں مگر گیا تھا۔۔۔۔۔ رات میں  
 جلدی سوئی تھی فون یوز نہیں کیا تھا، صبح بیک چیک کیا تو سبیل نہیں تھا۔“ وہ بولی۔  
 ”آئی ام شیڈر۔۔۔۔۔ وہ تمہاری کاری میں گرا ہوگا۔۔۔۔۔ وہ اما کامیج دیکھ کر میں نے جلدی میں رکھ دیا تھا ناں  
 بھرتے تم نے بیک بیک سیٹ پر رکھ دیا تھا۔“

”اوکے..... اوکے.....“ فری نان اسٹاپ بولی چلی گئی تو زمین نے اسے ٹوک دیا۔  
 ”میں سمجھ گیا۔ ڈونٹ وری..... کار میں گرا ہوگا تو کہیں نہیں گیا، کیونکہ اپنی کار تو میں خود ہی چلاتا ہوں..... اور ڈرائیور، مام اور نانوا تو کیلاڈ ڈیوکر تھے۔ آؤ انڈر آؤ..... آرام سے بیٹھو..... ریلیکس..... میں تمہارے لیے کوئلڈ ڈریک لے کر آتا ہوں۔“ زمین نے صوفے کی طرف اسے بیٹھے کا اشارہ کرتے ہوئے بہت اطمینان سے کہا تھا۔

”نہیں زین..... پلیز..... formalities میں ٹائم ضائع نہ کرو..... میں بہت شینس ہوں..... بس جلدی سے اپنی کارچیک کرو۔“ فری بے قرار نظر آ رہی تھی۔

”وہ تو میں ابھی تمہیں ساتھ لے جا کر چیک کرتا ہوں..... مل جائے گا..... کیوں اسی پریشان ہو رہی ہو.....“  
 زین اپنے بال دونوں ہاتھوں سے پیچھے کرتے ہوئے اسی سابقہ انداز میں سکون سے بات کر رہا تھا۔  
 ”وہ..... صرف سل فون نہیں ہے تمہی نے بہت محبت سے گفٹ کیا تھا۔“ بولتے ہوئے فری کی آنکھیں ڈبڈبائیں۔  
 ”نہ..... نو..... پلیز رونا نہیں..... اچھا ٹھیک ہے، پہلے کار چیک کر لیتے ہیں۔ تم بیٹھو میں کی لے کر آتا ہوں.....“ یہ کہہ کر وہ دوڑنے کے انداز میں زین کی طرف گیا اور اس کے جاتے ہی مخالف زینے سے عرشلہ زینہ اتنی نظر آئیں، وہاں ریشمی ٹائٹ گاؤن میں لمبوس سکون سے زینہ اتر رہی تھیں۔ فری پر نظر پڑتے ہی بری طرح چونک پڑیں۔

”اے قری۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔ وہ گاؤ تو بہا نہیں کیا نام بتا رہا تھا۔۔۔۔۔ پاریش۔۔۔۔۔ پاریش۔۔۔۔۔“

”اوہ فریڈ! سو کیڑا بہت پیارا نام ہے۔۔۔۔۔ زین تو بس فری، فری کر رہا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ مجھے تو آج تمہارا نام پتا چلا۔۔۔۔۔ فری تو بہت کام سن ہے۔۔۔۔۔ فریڈ، فرخندہ، فرحانہ، فریدی، فرحمن، فرحت، سب ہی ”فری“ ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ آج سے میں تو تمہیں فریڈ ہی کہوں گی۔“ عرض کر رہی تھی کہ فری کے قریب آگئیں اور گلے لگا کر پیار کیا۔ ”ٹھیک ہے ہاں۔۔۔۔۔“ اب وہ فری کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھیں۔ چہرے پر روحانی مسرت کی شعاعیں مسکراہٹ کی صورت نکھری ہوئی تھیں۔

”جی..... ایڑ پوش.....“ فری مجت کے انداز میں تکلفات شمار ہی تھی..... کان زین کے قدموں کی آہٹوں کے لیے کھڑے تھے۔ \*

.....let,s come" "زین زینہ بھلا نکلتا نیچے آیا مگر عربیہ کو دیکھ کر جیسے بریک لگ گئے۔

نام..... اس دو منٹ میں باتے ہیں..... اس نے چلی بجا کر فری کو چلنے کا اشارہ بھی کیا اور عرشہ کے سوال سے پہلے ہی بتا دیا۔



دیا..... اور تیر، تیر سانس لینے لگیں۔ ماریہ گھبرا گئی۔

”میم..... ریلیکس کریں..... بہت مشکل سے آپ کا پی کنٹرول ہوا ہے۔“ ماریہ کے انداز میں لجاجت بھی تھی اور منت بھی۔

چار دن میں اسے دن میں تارے نظر آ گئے تھے..... شہینہ تو معمول کے دنوں میں ٹیڑھی کھڑکیں اور اب تو صاحبہ فرما رہی تھیں۔ اصول ہے کہ بہت پریشانی لوگ بیڈ پر جا سکیں تو دیکھ بھال کرنے والوں کو ناکوں پر چھوڑ دیتے ہیں..... اپنی بے بسی کی جھنجھلاہٹ دوسروں پر ظاہر کرنا اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں، یہ تو پھر شہینہ جیسی جنہوں نے اختیار و اقتدار کی ایک طویل تاریخ رقم کی تھی۔

”عرشی کو بلاؤ..... ورنہ میں کوئی میڈیسن نہیں لوں گی..... نکل جاؤ..... موت کے فرشتے کی طرح میرے سر پر کھڑی ہے مجھ سے..... فوراً جاؤ عرشی کو بلاؤ.....“ جینے کی کوشش میں شہینہ کی آواز چھٹنے لگی۔ ماریہ تو خوفزدہ ہو کر دوڑتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

جو کچھ اسے اس کمرے سے لے رہا تھا..... اس نے تو تصور بھی نہیں کیا تھا..... پرکشش تنخواہ و منت کی رہائش، مال کا میڈیکل، تیار کھانا ضروری کام سے باہر جانا ہو تو سواری میسر..... وہ تو اس سے زیادہ بھی برداشت کر سکتی تھی..... مگر اندیشہ صرف یہ تھا کہ کسی وجہ سے شہینہ کی طبیعت نہ بگڑ جائے..... وہ تو دل و جان سے ان کی خدمت کر رہی تھی۔ اللہ نے شہینہ کو اس کی روزی اور آسانی کا ذریعہ بنایا تھا۔

☆☆☆

”یہ تو ہمارے لیے شرمندگی کی بات ہے ناں..... وہ ہماری گیسٹ تھی اس کا نقصان ہوا ہے..... اور اب تو وہ سیدھے، سیدھے ہمیں ہلم کر رہی ہے کہ تم نے اس کا بیک اٹھایا تھا۔“ عرشلہ لاؤنج میں زین کے مقابل کھڑی اسی پر برس رہی تھیں۔ ”یہ نقصان تو مجھے پورا کرنا ہے..... ورنہ یہ تو میری بہت ہی گریت انسلٹ ہے۔“

”جی تو میں اسے سمجھا رہا تھا مام..... مگر وہ سن ہی نہیں رہی تھی۔“ زین نے انگلیاں پچھاتے ہوئے نظر جھکا کر کہا۔ ”ہاں تو کیوں سننے کی..... ابھی دھکم میں ہے..... میں اسے خود فون کر کے سنبھالوں گی..... اسے ویسای فون لاکر دوں گی..... you'll see..... اور بات می بینک اسٹیٹ منٹ چیک کریں گی تو ایک مائنٹرل شروع ہو جائے گا..... لیکن.....“ بولتے، بولتے عرشلہ کی نظر ماریہ پر پڑی جو چڑھ ہوئے جذبات میں عرشلہ کو حویلی ہوئی آئی تھی مگر ماں، بیٹے کو سنجیدگی سے بات چیت کرتا دیکھ کر جہاں تک آئی تھی بس وہیں رک گئی تھی اور انتظار کر رہی تھی۔

”جی ماریہ..... کچھ کہنا ہے؟“ عرشلہ کو ماریہ کے چہرے سے لگتا تھا کہ وہ خاموشی پریشان ہے اور..... بے قراری سے عرشلہ کی توجہ کی منتظر ہے۔

”میم آپ کو بلا رہی ہیں.....“ ماریہ نے پچھاتے ہوئے عرشلہ اور زین کو باری، باری دیکھا..... اس کے چہرے کا لکھا عرشلہ پڑھ سکتی تھیں۔

”ممی کو بولو..... میں پانچ منٹ میں آتی ہوں..... پلیز.....“ ماریہ سر جھکا کر چلی گئی۔ عرشلہ نے زین کی طرف دیکھا۔

”وہ اپنے نقصان کا ذمے دار نہیں سمجھ رہی ہے..... یہ تمہارا بہت بڑا نقصان ہے..... وہ تمہاری بیسٹ فرینڈ تھی..... مگر..... شاید آج کے بعد نہیں ہے۔“

”وہ بیسٹ فرینڈ بھی نہیں تھی ممی..... بیسٹ فرینڈ کبھی اپنے فرینڈ کو blame کرتا ہے نہ charge کرتا ہے..... میں بہت ہرٹ ہوا ہوں مام، زندہ رہنے کو بھی نہیں چاہتا..... کیا فائدہ ایسی زندگی کا جب دوست، دوست پر شک کرے؟“ زین لڑکیوں کی طرح دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کر رونے لگا۔

”میں تو تمہارا خیال کر رہا تھا..... تاکہ تم ایزی ہو کر بیٹھو.....“

”نہیں، تمہاری غلطی ہے..... تم نے بہت برے طریقے سے میرا ایک بیک سیٹ پر بیٹھا تھا۔“

”آئی ای سوری..... فری..... میں تو بیٹھ ہی نہیں ایزی ٹبل کرانے کی کوشش کرتا ہوں.....“

”ماؤ تم نے غلطی کی ہے..... تمہیں یہ نہیں کرنا چاہیے تھا.....“ فری اپنے آپے میں نہیں تھی..... اسنے شدید صدمے سے وہ کبھی دو چار ہی نہیں ہوتی تھی، ہانگوں کی طرح چلا رہی تھی۔

گاڑا اپنے کہن میں بیٹھایا یہ سب دیکھ اور سن رہا تھا..... فری کا چہرہ، چلا تارن کر گھبرا گیا اور فوراً انٹرکام پر عرشلہ کو مطلع کیا کہ ”جو مہمان لڑکی آئی ہے وہ دوری ہے، بھلا رہی ہے۔“

”میں مانتا ہوں کہ میں نے تمہارا احساس کیا..... تمہیں کسٹلٹ ہبل ٹبل کرایا یہ بہت بڑی mistake ہے.....“

مگر میں پراس تو کر رہا ہوں ناں کہ تمہیں..... as it is..... سیل فون لاکر.....“

”اسٹاپ..... مجھے نہیں چاہیے تم سے..... نہیں چاہیے.....“ فری پھر پوری طاقت سے چلائی۔ اسی دم عرشلہ گرتی پڑتی پورچ میں داخل ہوئی تھیں ان کی اوڈی کے برابر میں زین کی vits کھڑی تھی اور دونوں کاروں کے درمیان میں زین اور فری کھڑے تھے۔

”کیا ہوا زین..... فری کیوں رو رہی ہے..... کیا بولا ہے تم نے؟“ عرشلہ کے نازک اعصاب گلاب کی خشک پتیوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے..... عرشلہ کو سامنے پا کر فری ایک دم چٹا ہو گئی گویا ہوش میں آ گئی تھی۔ اس نے عرشلہ کی طرف دیکھنے کا تکلف بھی نہیں کیا اور فوراً مین گیٹ کی طرف بڑھی جہاں اس کا ڈرائیور اس کے باہر آنے کا منتظر تھا۔

”ایک منٹ فری..... میری بات سنو..... فری..... پلیز..... رکو..... زین اسے روکو..... مجھے اس سے بات کرنی ہے.....“ عرشلہ بری طرح بدحواس ہو رہی تھیں کیونکہ ان کی سمجھ میں کچھ بھی تو نہیں آ رہا تھا۔

زین فری کے پیچھے لپکا۔

”فری..... میری نہیں، مام کی بات تو سن لو..... پلیز فری.....“

مگر فری نے تو گویا کان لیٹ لیے تھے..... برق رفتاری سے چلتی ہوئی آگے بڑھی تھی اور گیٹ کھول کر پلک جھپکنے میں باہر نکلے۔ زین اس کے پیچھے، پیچھے گیٹ پار کر گیا تھا۔

فری کو دیکھتے ہی ڈرائیور کار سے باہر آ گیا..... اور پھرتی سے بیک ڈور کھول دیا، اتنی ہی پھرتی سے فری کار میں بیٹھی تھی۔ زین کی طرف اس نے نگاہ غلط بھی نہ کی..... ڈور بند ہوا، اجن اشارت ہوا، کار حرکت میں آئی مگر فری نے آنکھ اٹھا کر باہر نہ دیکھا۔

زین تو زین عرشلہ بھی کھلے گیٹ کے درمیان کی تصویر کی طرح فٹ تھیں اور حیران و پریشان کار کو جاتا دیکھ رہی تھیں۔

زین سر جھکائے کھڑا تھا۔

”اب وہاں کیوں کھڑے ہو..... اندر آؤ.....“ کار منظر سے غائب ہوئی تو عرشلہ کے ذہن نے بھی کام کرنا شروع کیا۔

زین چونکا نہیں مگر آہستہ قدموں سے گیٹ کا رخ کر لیا۔

☆☆☆

”میم..... عرشلہ میم نہیں ہیں.....“ ماریہ شہینہ کو ناشتا کرا کے وائپ سے ان کے ہونٹ صاف کر رہی تھی۔ ”کوئی بھروسہ نہیں..... میں بیڈ پر ہوں اسے آزادی مل گئی ہے، جب جی چاہتا ہے منہ اٹھا کر چل پڑتی ہے..... اسے میرے مرنے کا انتظار کر رہے ہیں سب.....“ شہینہ نے بری طریقے سے ماریہ کا ہاتھ جھٹک



ماحول میں تھلکہ مچا دیا تھا۔

عالی شان اور عالی جاہ اپنی جگہ شرمندہ شرمندہ سے نظر آرہے تھے۔

”تمہارا بیڑا غرق ہو۔۔۔ رونے والیاں تمہیں بھی روئیں۔۔۔ تم جیسوں کے زندہ رہنے کا فائدہ کیا ہے۔۔۔؟“

عالیشان اب بھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور ڈرائنگ روم کا کھلا دروازہ بند کر دیا۔

”آئی۔۔۔ ایم۔۔۔ سوزی نیچر۔۔۔ وہ ماکسی سرونٹ کو ڈانٹ رہی ہیں۔۔۔“

”ڈونٹ وری۔۔۔ پلیز۔۔۔ یو کی آئی۔۔۔“ عالی جاہ بھی منمناتے ہوئے بولا۔ دونوں بچے لپکتے بچہ کر رہے

گئے تھے۔۔۔ اور واصل سے آنکھ نہیں ملتا رہے تھے۔ واصل خود سکتے کی کیفیت میں کتاب پر ہاتھ دھرے بیٹھا تھا۔

”کبھی۔۔۔ کبھی ماکسی کو بہت غصہ آتا ہے۔۔۔“ عالی شان واپس اپنی جگہ آکر بیٹھے ہوئے شرمندہ تاثرات کے ساتھ

کہہ رہا تھا۔

”مما کہتی ہیں کوئی ڈھبک کا سرونٹ نہیں ملتا۔۔۔ جو بھی آرہے ہیں انہیں ٹھیک سے کام کرنا نہیں

آتا۔۔۔“ عالی جاہ نے بھی منمناتے ہوئے اندر آنے والی چیخ و پکار کو جائز قرار دینے کی مقدور بھرکوشش کی۔

”اٹس اوکے۔۔۔“ بالآخر واصل نے خود کو سنبھالتے ہوئے پُر سکون انداز میں کہا۔۔۔ اور بچوں کو باور کرانے

کی کوشش کی کہ وہ ”ٹھیک ہے۔۔۔ پریشان نہ ہوں۔“

”موتو شاید لیٹ آتے ہوں گے۔۔۔“ واصل نے کتاب کا صفحہ پلٹتے ہوئے یونہی پوچھ لیا۔۔۔ خود بخود ذہن

داؤد علوی کی طرف چلا گیا تھا۔۔۔ تیس کے بجائے چالیس دینے کی شاید یہی وجہ ہو۔۔۔ ہو سکتا ہے اس سے پہلے آنے

والا ایسے ”موجولیات“ کی وجہ سے بھاگ کھڑا ہوا ہو۔۔۔ کیونکہ ہوم ٹیوشن صرف ضرورت مند مجبور لوگ نہیں دیتے

عرشلہ تو اس کے الفاظ سن کر حواس باختہ ہو گئی تھیں۔۔۔ سوشل میڈیا پر وائرل ہونے والی خبریں ذہن میں نئے سرے سے گردش کرنے لگیں۔۔۔ فلاں بچے نفل ہونے کی وجہ سے خودکشی کر لی۔۔۔ فلاں نے ماں، باپ کے ڈانٹنے پر۔۔۔

عرشلہ یک دم زین کی طرف بڑھیں اور اسے گلے سے لگا لیا۔

”ارے۔۔۔ وہ تمہیں چرو تو نہیں کہہ رہی۔۔۔ مان رہی ہے کہ اس کے بیک ٹیٹے گراہے۔۔۔ تم اپنی مرضی سے

اس کے غصے کا مطلب نہیں نکالو۔۔۔ میں کہہ رہی ہوں ناں۔۔۔ کہ میں اس کا نقصان پورا کروں گی۔ بات دو تین

لاکھ کی نہیں میرے بیٹے بلکہ میری بھی عزت کی ہے۔۔۔ اس کے پیرس ہمارے بارے میں کیا سوچیں گے۔۔۔ چلو

اندر۔۔۔ کھٹی ہوتے ہیں تو کھٹی نفل کرتے ہیں۔۔۔ تم نے کچھ غلط نہیں کیا تو ہرٹ ہونے کی ضرورت ہی نہیں۔۔۔“

عرشلہ نے زین کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے آگے کی طرف دھکیلا۔۔۔ زین اپنی آنکھیں پونچھتا ہوا۔۔۔ عرشلہ

کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔

☆☆☆

”ابھی تو خیر نہیں۔۔۔ اگر قسمت میں اس کی شادی انصر کے ساتھ لکھی ہے تو شادی کے وقت اس کو یہی ور جن

ولادیں گے۔“ سالار صاحب بہت مشکور پریشان نظر آرہے تھے۔۔۔ ٹھیک، ٹھاک نقصان کی خبر تھی۔

”ابھی نہیں ہو رہی اس کی شادی وادی۔۔۔ دیکھ لیا ناں کتنی ڈتے وارہے، ایک قیمتی موبائل سنبھالنے کے لائق

نہیں۔۔۔ گھر سنبھالے گی، وہ بھی سمندر پار۔۔۔ کہ کسی خاص موقع پر ماں فوراً کے فوراً پہنچ بھی نہ سکے۔“ سارہ نے

خفا، خفا لہجے میں کہا۔۔۔ وہ سالار صاحب سے نظریں چرا رہی تھیں۔ مبادا غصے کی پلٹیش واضح طور پر ظاہر ہو جا سکیں۔

”نقصان تو کسی سے بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ اس شہر میں دن رات موبائل چھنتے ہیں، چوری ہوتے ہیں، ہاتھ سے

چھوٹ جاتے ہیں، نقصان تو کسی سے بھی ہو سکتا ہے، یاد کرو جب تم ڈرائیونگ سیکھ رہی تھیں، ہر پٹے گاڑی کا ”کلچ

پلیٹ“ تو ڈرتی تھیں۔“

”اب بس کرویں۔“ سارہ نے سالار صاحب کو درمیان میں ٹوک دیا اور اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئیں۔

”یہ ہوتا ہے نقصان کا اثر۔۔۔ آپ ابھی تک بائیس سال پہلے کے نقصان دل پر لیے بیٹھے ہیں۔۔۔ بہانہ مل گیا

تو یاد دل رہے ہیں۔ بس نقصان یاد ہیں۔۔۔ بیوی کے فائدے بھول گئے۔“ سارہ ویسے بھی بھڑکی بیٹی تھیں۔ بہت

عرصے بعد وہ بدبو ہورہی تھیں ورنہ وہ ماحول کو پُر سکون رکھنے کے لیے اکثر خود ہی قربانی دیتی تھیں۔ حق پر ہوتے

ہوئے بھی جھگڑا بڑھانا پسند نہیں کرتی تھیں۔

”دل پر نہیں لیے بیٹا۔۔۔ تمہیں ریلیکس کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔۔۔ کہ جو ہو گیا سو ہو گیا۔۔۔ اب فری کو

ڈانٹنے ڈپٹنے کی ضرورت نہیں، یہ بات دماغ میں بٹھا رہا ہوں کہ نقصان کسی سے بھی ہو سکتا ہے۔“ سالار صاحب یہ

کہہ کرتھتاتے ہوئے وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

”اوہ۔۔۔!“ سارہ کو جیسے سمجھ آگئی۔۔۔ گویا یہ پیش بندی کے ضمن میں تھا۔۔۔ مبادا سارہ ان کی لاڈلی کو۔۔۔

بے بھاد خانے کے ضمن کا آغاز کر دیں۔

”میں کتنی بھی جان کھپاؤں۔۔۔ انہوں نے میری منت ضائع کرنے کا ٹھیک لیا ہوا ہے۔۔۔ بچوں کو بھی نقصان کا

مطلب پتا ہونا چاہیے۔“ بے قراری اتھا کی ہو تو ویسے بھی تو اتنی ضائع ہو جاتی ہے۔ وہ ویسے ہی بڑھال

تھیں۔۔۔ سارے کام بھولے بیٹھی تھیں۔ فری تو بے سدھ سو رہی تھی حالانکہ دونوں وقت مل رہے تھے۔

☆☆☆

”تمہارے باپ کا مال ہے۔؟ ہاتھ ہیں یا چھلنی۔۔۔ ہر چیز ہاتھ سے گر جاتی ہے۔“ نسوانی دھاڑنے

## آخری شام سے پہلے

کبھی جس کے صحرائیں۔۔۔ کبھی جگر کے کانٹوں میں۔۔۔

دھنک رنگ موسموں کو تلاش کرنے والے دیوانوں کی

داستان طاہر جاوید مغل کے قلم کا جادو

انتر انتر داستان

ماضی کا آئینہ، باختیار اور بے اختیار انسانوں کے سبق آموز

اور عبرت آمیز واقعات اے آرا جیوت کے قلم کا شاہکار

شہ زور

عشق و محبت کے سحر انگیز جذلوں کی جنوں خیزی، لطیف رشقوں اور

کثیف سازشوں کے جال اسما قادری کے قلم کا کمال

جنگ باز

معاشرتی تانوروں اور دردوں کی خوں ریز سازشوں

اور زخم ختم ہونے والے ایک جنگ بازی دلدادہ داستان

ڈاکٹر عبدالرب بھٹی کے قلم کا جادوگری

عیوق بخاری، شاہ سنان، شاہد لطیف، عائشہ نصیر،

نازیہ کامران کاشف و دیگر کی خوب صورت تحریریں

ستمبر 2023ء کا شمارہ ایک نظر میں

خوبصورت کہانیاں کا مجموعہ

سپیشل ٹکٹ

ماہنامہ

ستمبر

2023

مزیں

عظیمی کی محفل

محفل شہر رحمت

اور

ملک مشرق حیات کی آئینہ

اس کے علاوہ

عیوق بخاری، شاہ سنان، شاہد لطیف، عائشہ نصیر،

نازیہ کامران کاشف و دیگر کی خوب صورت تحریریں

ماہنامہ پاکیزہ

ستمبر 2023ء



کچھ طالب علم اپنا وقت ضائع کرنے کے بجائے آمدنی کا ذریعہ ڈھونڈ کر وقت کو محفوظ کر لیتے ہیں۔  
 ”نوکڑا کوئی کس کام نہیں ہوتا۔۔۔۔۔۔ جانے کا بند آنے کا۔۔۔۔۔۔“ مالی جاہ نے اپنی نوٹ بک پر ویسے ہی قلم چلانا شروع کر دیا۔ یہی ملاقات والے شریک نے اس وقت بوڑھے سے۔۔۔۔۔۔ لالچ رکھنے کے متن بھی کر رہے تھے اور اندر کے طوفان بھی سنایا رہے تھے۔

”نچر ایک بات بولوں آپ سے۔۔۔۔۔۔“ عالی شان کچھ کہنے کی ہچکچاہٹ میں تھا۔  
 ”ہاں، ہاں ضرور پلیز۔۔۔۔۔۔“ واصف کی روح میں تجسس کروٹیں لے رہا تھا۔  
 ”میں عادت ہو گئی ہے۔۔۔۔۔۔ آپ بھی ایسی فیملی کریں۔“

”ڈونٹ وری ڈیئر، میں continue کر رہا ہوں۔ its non of my business۔“ واصف کو بچوں پر  
 زکس آ رہا تھا۔۔۔۔۔۔ جڑاٹا کا نام مشکل میں پڑ گئے تھے اس نے کیلکولیٹر اٹھا کر نئے سرے سے numerical حل کرنا شروع  
 کر دیا ساتھ ہی نوٹ بک پر لکھنے لگا۔

”واصف کا سر جھکا ہوا تھا۔۔۔۔۔۔ جبکہ عالی شان اور مالی جاہ نے موقع قیامت جان کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔“  
 ☆☆☆

”بیٹا نقصان بر نہیں روتے۔۔۔۔۔۔ زندگی بھر چیزیں آتی جاتی رہتی ہیں۔۔۔۔۔۔ انسان کی جان کے نقصان سے بڑا  
 کوئی نقصان نہیں ہوتا۔۔۔۔۔۔ کیونکہ زندگی ایک بار ملتی ہے۔۔۔۔۔۔ جسم سے نکلی روح دوبارہ واپس نہیں آتی۔“ سالار  
 صاحب نے فری کو گھٹے سے لگا یا ہوا تھا جو بیک، بلک کر رو رہی تھی۔

”پاپا۔۔۔۔۔۔ میں اب کبھی آئی فون use نہیں کروں گی۔۔۔۔۔۔“ وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔  
 ”ارے نہیں بیٹا۔۔۔۔۔۔ ابھی تمہارا باپ زندہ ہے۔۔۔۔۔۔ بہت آئی فون مل جائیں گے تمہیں۔۔۔۔۔۔ میں تمہیں ہر وقت  
 خوش دیکھتا چاہتا ہوں۔“

”اسی لیے کہہ رہی ہوں۔۔۔۔۔۔“ فری نے سالار صاحب کو جملہ مکمل کرنے نہیں دیا۔  
 ”میں واقعی خوش رہتا چاہتی ہوں۔۔۔۔۔۔ اگر میرے پاس دوسرا آئی فون آج بھی گیا تو مجھے ”فوبیا“ ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔۔ ہر  
 وقت کانفیس رہوں گی کہ کہیں یہ بھی کم نہ ہو جائے۔ کانفیڈنس لوڈ کر دوں گی۔۔۔۔۔۔ اور مجھے کسی بھی fear (خوف) اور  
 ”فوبیا“ کے ساتھ نہیں جینا۔“ سالار سالار صاحب کے لیے چائے لے کر آ رہی تھیں۔۔۔۔۔۔ جہاں تک آئی فون واپس  
 رک گئیں۔۔۔۔۔۔ حیرت کا زلزلہ بڑی شدت کا تھا۔  
 ”اللہ نہ کرے بیٹا۔۔۔۔۔۔“

”نہیں پاپا۔۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔۔ مجھے نہیں چاہیے آئی فون۔۔۔۔۔۔ جو آپ نے لا کر دیا تھا وہ بھی نیا ہے، میں وہی یوز  
 کروں گی۔“ بس آپ فری چنانچہ سے نئی سم لگوا دیں۔“ فری آنسو پونچھتے ہوئے سسکیاں بھر رہی تھی سالار آگے  
 بڑھیں اور سالار صاحب نے ان کی طرف جتانے والے انداز میں دیکھا تھا۔  
 ”گویا کہہ رہے تھے کہ۔۔۔۔۔۔ یہی چاہتی تھیں تم۔۔۔۔۔۔؟“ اہل میں بوڑھی ہوئی میری بیٹی۔۔۔۔۔۔“ سالار نے نظر چرا کر چائے  
 کا کپ ان کے سامنے تپائی پر رکھ دیا۔

”میں لائف ٹائم ایسی کوئی چیز اپنے ساتھ نہیں رکھوں گی جس کے کھونے کا ڈر ہو۔۔۔۔۔۔ مجھے خود کو ایسی فیملی کرانا  
 ہے پاپا، میں ہمیشہ خوش رہنا چاہتی ہوں۔“ یہ نقصان نقصان برداشت کرنا میرے بس کی بات نہیں۔۔۔۔۔۔ میں ہمیشہ  
 خوش رہوں گی۔۔۔۔۔۔ مجھے بس خوش رہنا ہے۔“

”بیٹا، اللہ نے آپ کو سب کچھ دیا ہے، آپ اچھی مہنگی چیزیں ضرور استعمال کرو۔۔۔۔۔۔ زندگی صرف اتنا چاہتی

بلکوں سے انعاموں اس کو

ہے کہ ہم ہمیشہ محتاط رہیں، اپنی ڈسٹے داری کو سیریس لیں۔“ سالار نے آگے بڑھ کر فری کو اپنے ساتھ لگا لیا۔  
 ”نہیں ماما۔۔۔۔۔۔ مجھے اتنا کانفیس ہو کر نہیں جینا۔۔۔۔۔۔ مجھے ہر طرح کی freedom کی فیکٹریز چاہیے۔۔۔۔۔۔ ورنہ  
 میں اسٹریس لیتی ہوں۔۔۔۔۔۔ میرا موڈ خراب ہو جاتا ہے، انٹرنیٹ لوڈ کرتی ہوں۔۔۔۔۔۔“ فری کا انداز ”خندی بچے“ کا سا تھا۔  
 ”اوکے، اوکے، ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ تم ہر وقت خوش نظر آؤ۔۔۔۔۔۔“ سالار صاحب نے کپ اٹھانے کے  
 لیے جو ہاتھ بڑھا دیا تھا۔۔۔۔۔۔ اب کپ اٹھانے کے بجائے فری کے سر پر شفقت سے رکھ دیا۔  
 ”دلوں میاں، بیوی نے دل ہی دل میں شکرانے پڑھنا شروع کر دیے تھے۔“

☆☆☆

”میں نے نوٹ نوٹ کو کھدوایا ہے۔۔۔۔۔۔ ڈرائیور کے ہاتھ چیک بھی بھجوا دیا ہے۔ اب تم بھی بیڈ چھوڑو۔۔۔۔۔۔ اپنا فیس ”فریم“  
 کرو۔“ آؤٹ آف فریم“ ہو رہا ہے۔“ عرشلہ نے اونٹ سے پڑے زین کی پشت پر ایک دھپ رسید کیا۔ زین فوراً  
 سیدھا ہو گیا۔

”آئی فون آجائے گا تو آپ میرے ساتھ فری کے گھر چلیں گی ناں۔۔۔۔۔۔؟“ زین بہت سکون میں دکھائی دیا۔  
 ”اوہ شیو۔۔۔۔۔۔ یہ کام تو میرے کرنے کا ہے۔۔۔۔۔۔ وہ تم سے تو لے گی بھی نہیں۔۔۔۔۔۔ نہ اس کے پیئرس  
 accept کریں گے۔“

”bunch of thanks Mom“ زین کے وجود میں تو گویا برق دوڑنے لگی۔ ایک جھکے سے اٹھا اور  
 عرشلہ کا رخسار چوم لیا۔

”my great Mom“ لکھیں۔۔۔۔۔۔ ام۔۔۔۔۔۔ اگر نا نو کو ہوا بھی لگ گئی ناں۔۔۔۔۔۔ ”be careful Mom۔۔۔۔۔۔  
 I know very well, dont bother“ وہ رنگ تو بہت مہنگی پڑی ہے۔۔۔۔۔۔ میڈیکل۔۔۔۔۔۔

millions میں پڑ رہا ہے۔“ عرشلہ بد مزہ ہو کر بڑبڑائیں۔

”آپ نقصان کیوں سوچ رہی ہیں ماما۔۔۔۔۔۔ فیکٹر ٹرانسفر ہو رہا ہے۔ اسپتال میں پریشان لوگوں کی ٹریٹ منٹ ہوتی  
 ہے۔ employees کی سیلر بڑھتی ہے۔۔۔۔۔۔ ان ایسپلائمنٹ (بے روزگاری) کا خاتمہ ہوتا ہے۔“ شاید چلنے  
 پھرتے کسی ٹاک شو میں زین نے یہ جملہ سنا ہو گا جو یادداشت کے کسی کونے میں پڑا ہوا تھا گر نہ ڈھنگ کی اردو اور اتنے  
 گہرے جملے بولنے کے تو وہ قابل ہی نہیں تھا۔

ابتدا ہی شہر کے سب سے مہنگے ٹاپ کلاس تعلیمی ادارے سے ہوئی تھی۔ جہاں تین سال کے بچے کو گھر میں  
 انگریزی سکھا کر داخلے کے لیے جانا ہوتا ہے۔ تاکہ وہ جلد سے جلد انٹرنیشنل پاسپورٹ کا اہل ہو سکے۔ اور جن کی  
 جائیدادیں باہر پڑی ہوں۔۔۔۔۔۔ ان کی ہر سوچ سمندر پھیلاؤ کے آگے بڑھتی ہے۔  
 عرشلہ اب بلا ارادہ مسکرا کر زین کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

”بندہ خوش رہنا چاہے تو رہ سکتا ہے۔ تم نے سیکھ لیا ہے۔ چلو اچھا ہے۔“  
 ”پھر بھی اندر سے کچھ ٹوٹیل ہوتا ہو گا ماما۔۔۔۔۔۔ finance is the greatest reality“ عرشلہ نے  
 چونک کر زین کی طرف دیکھا تھا۔

”کہاں سے سیکھ لی ہیں اتنی بڑی، بڑی باتیں۔۔۔۔۔۔“ عرشلہ نے جھک کر حیرت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ زین  
 کے سر پر ہلکی سی چپٹ لگائی۔

”کچھ ٹوٹیل نہیں ہوتا۔ تم سے پہلے دو بچے میری گود میں آ کر واپس جنت میں گئے ہیں۔ یہ ہوتا ہے گریٹ لاس۔“  
 (عظیم نقصان۔۔۔۔۔۔) یہ کہہ کر عرشلہ رکی نہیں۔ تیزی سے چلتے ہوئے زین کا کمر اچھوڑ دیا جیسے اپنے تاثرات زین پر



”واصف کی خوشیاں دیکھو گی..... اس کے بچوں کی ہزاروں خوشیاں سناؤ گی۔ جی جان سے اس پودے کو درخت بنایا ہے۔۔۔۔۔ اب تو جھاڑوں میں بیٹھے کاوت آ رہا ہے۔“ سارہ نے شمس کا ہاتھ اپنے آغوش میں لے کر زور سے دیا۔  
”بھائی! اتنا شکر ادا نہ کرتے لگ گیا ہے کہ واقعی یہ عمر بہت کم لگتی ہے۔ شکر کا حق ادا نہیں کر سکتی۔“ اب شمس نے سارہ کے شانے پر سر رکھ کر آنکھیں موند لی تھیں۔

☆☆☆

صبح فری حیرت انگیز طور پر خود بیدار ہوئی تھی۔ اسکول کے زمانے کی طرح تیار ہو کر ناشتے کی میز پر آ گئی۔ آج سارہ کو اس کے کمرے کا صرف ایک چکر لگانا پڑا۔۔۔۔۔ وہ گئیں تو فری جاگتی ہوئی لی، وہ شاور لینے کی تیاری کر رہی تھی۔ وہ بتا کچھ بولے وہاں آ گئی تھیں۔

فری کے آتے ہی سالار صاحب بھی ناشتے کی میز پر آ گئے۔ فری کو کالج جانے کی تیاری میں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔۔۔۔۔ اور دور ہی سے انگوٹھے سے ”like“ کا نشان بنایا۔ جس پر فری نے زبردستی کے انداز میں مسکرا کر سلام کیا تھا۔ نوکر ناشتے کے لوازمات میز پر سجا رہا تھا۔ سارہ ہدایت کے لیے بچن میں موجود تھیں۔

”تم چار مہینے کی بات ہے۔۔۔۔۔ انگریز کے بعد کافی گپ آنے لگا۔۔۔۔۔ ابھی سے پلان کر لو کہ یہ فارغ وقت کیسے فائدہ مند بنانا ہے۔ باہر جانا چاہتی ہو تو اس کی پلاننگ بھی ابھی سے کرنا ہوگی۔“ سالار صاحب خوشگوار موڈ میں فری کی دلچسپی کی باتیں کر رہے تھے ساتھ ہی بران بریڈ میں آئیٹ رکھ کر سینڈویچ بھی بنا رہے تھے۔ روزانہ کے سامنے دو تین چیزیں رکھ دی جاتی تھیں۔۔۔۔۔ چناؤ وہ خود کرتے تھے۔ پراٹھا پوری بھی، کھجور کھاتے تھے۔ زیادہ تر چھوٹی کھجور کا لڈیو شہد سلاکس پر لگا کر ناشتا کرتے تھے۔ یہ جلدی کا ناشتا ہوتا تھا۔۔۔۔۔ سینڈویچ بنانے کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ وہ جلدی میں نہیں ہیں۔ فری کافی کے ساتھ بیڑ بریڈی زیادہ تر لیتی تھی۔ اب بھی اس کے ہاتھ میں سلاکس تھا۔ وہ خاموشی سے پیپا کی بات سن رہی تھی۔

”تم آپ اور ماما سے دور رہ کر اسٹڈی نہیں کر سکتی پیپا۔۔۔۔۔ اس لیے باہر جا کر اسٹڈی کرنا میری پلاننگ میں بھی نہیں رہا۔۔۔۔۔ ورنہ میں پہلے ہی آپ سے بہت کچھ شیئر کر لیتی۔“ اس نے یہ کہہ کر کافی کاسپ لیا۔  
”اوکے۔۔۔۔۔ پھر تمہیں نہیں پوچھنا ہوگی۔“ وہ بولے۔

”Lums میں پڑھنا چاہو گی تو اس کے لیے تمہیں لاہور جانا ہوگا۔۔۔۔۔ اور ہاسل میں رہنا ہوگا۔“ سالار صاحب نے بچن سے میر کی طرف آتی سارہ کی طرف دیکھا۔

”مجھے اپنے بیڑ روم کے علاوہ کہیں نیند نہیں آتی پیپا۔۔۔۔۔ ہاسل میں رہنے کا تو میں سوچ بھی نہیں سکتی۔“ فری نے بچا ہوا سلاکس پورے کا پورا منہ میں ڈال لیا۔ یعنی کچھ دیر بولنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

”اوکے ٹھیک ہے، میں سمجھ گیا۔۔۔۔۔ ابھی سے یونیورسٹی search کرنا شروع کر دو۔۔۔۔۔ تاکہ آگے آسانی ہو۔“ سارہ نے اپنے لیے جانے بھانا شروع کی اور ایک نظر بیٹی کی طرف دیکھا۔ پہلی بار فری اتنی شہیدہ نظر آ رہی تھی۔ اور آج اسے بولنے کی بھی جلدی نہیں تھی۔ پہلی بار اتنی اچھی ”سامع“ دکھائی دی۔ نیوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اپنی موجودگی کا یقین تو دلدار ہی ہے مگر ذہن میں کچھ اور چل رہا ہے۔  
وہ آئی فون تو گویا کسی انقلاب کا پیش خیمہ تھا۔

☆☆☆

”ہاں تو یہی ہوگا۔ یہ ریمیسوں کی اولادیں پڑھنے تھوڑا ہی جانتی ہیں، سب اپنے پیرش کے مال کی زکوٰۃ نکلاتی ہیں۔“ واصف گلے میں تو لیا لٹکا لٹکا بچن کے کاؤنٹر سے لگ کر اپنا اہم جملہ ”ناشتا کر رہا تھا۔“

آشکارہ کرنا چاہتی ہوں۔۔۔۔۔ ساکت و جادہ جیت پر لگے فالوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اتنی گہری سوچ میں تھا۔۔۔۔۔ گویا ہاسل باور سمندر میں گرے تو پتہ نہ ملے جانے کہاں پہنچا ہوا تھا۔

☆☆☆

”بہلے تو جی بات ہے مجھے بہت بڑا شاک لگا تھا۔۔۔۔۔ مگر اللہ جو کرتا ہے۔۔۔۔۔ بہتر کرتا ہے۔“ سارہ تمام کاموں سے فارغ ہو کر شمس کے پاس آ کر بیٹھ گئی تھیں۔۔۔۔۔ اکثر کچھ کہنے کو طبیعت بے چین ہوتی تو شمس سے بات چیت کر کے ہلکی چٹکی ہو جاتی تھیں اب شمس کو فری کے آئی فون کی ساری روداد بتا رہی تھیں۔ جس کا شروع کا حصہ سن کر تو شمس بھی دم بخود ہو گئی تھیں۔ حریف تحصیل ہی تو سارہ کی طرح پُرسکون ہو گئیں۔

”یہ دیکھیے ایک سیل فون بھانہ بنا اور فری کی سوچ میں اتنا فرق پڑا۔“ شمس ابھر اُدھر بکھرے ٹیٹ پیپر دیکھنے ہوئے کہہ رہی تھیں۔  
”یقین کرو شمس۔۔۔۔۔ میں تو یہ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ سالار تو اسے لے کر فوراً نیاسیل دلانے لے جائیں گے۔ ان کی بیٹی کا تو ایک، ایک آنسو لاکھ کا ہے۔“

”ماشاء اللہ خوش نصیب ہے۔ لاڈ اٹھانے والے باپ کا سایہ اللہ پاک ہمیشہ قائم رکھے، آمین۔“ شمس نے بچہ زایک وزنی فائل کے نیچے باتے ہوئے سارہ کی طرف ایک نظر دیکھا۔

”آمین ثم آمین! میں تو اللہ سے ہر وقت دعا کرتی ہوں کہ اللہ تمہارے بھائی کا دل تمہارے لیے نرم کر دے۔“ سارہ نے بڑی دل سوزی سے کہا تھا۔ شمس کی کوئی سماجی مصروفیات نہیں تھیں، بس دل بہلانے کے لیے ایک اسکول بچہ۔ تمام کیکریز بیل سے ان کی حرکت کرتی تھیں۔ زندگی میں کوئی سیر و تفریح کا عنصر نہیں تھا۔ اسکول، گھر کے کام کاغذ اور جانے نماز، صبح۔۔۔۔۔ سال میں بھی بکھار کسی کو ایک کی طرف سے منگنی بٹھادی کا دعوت نامہ آ جاتا تو چلی جاتیں، واصف و بایک پر یک اینڈ ڈراپ کر دیتا۔ مگر ویری لینے زیادہ تر پیدل جاتیں۔ مینٹوں نیا کپڑا نہیں خریدتی تھیں۔ ملازمت پیشہ ہونے کے ناتے کپڑوں کی ضرورت تو رہتی تھی، زیادہ پرانے ہو جاتے تو دوپٹوں کی شٹرنس بنوا کر مختلف لباسوں کی شلو اور دوپٹے کے ساتھ ورنہ زیادہ تر سفید شلو اور دوپٹے کے ساتھ استعمال کر لیتیں۔ پیسے بچانے کے لیے سلاخی بھی خود کرتی تھیں۔ سارہ نے اپنے جھپڑی نگر ڈسک ایک شین انیس سالوں پہلے بڈیہ کر دی تھی جس کو وہ درحقیقت درست استعمال کر رہی تھیں۔ سارہ کے گھر کے کپڑے بھی سی دیا کرتی تھیں، سادہ کپڑوں پر نیل بونے بھی بنالیا کرتی تھیں اب شمس سارہ کے پہلو میں آ کر بیٹھ گئی تھیں۔

”بھائی آپ اتنا نہ سوچا کریں۔ اس گھر میں میرے دو محرم ہیں۔ اللہ کی حفاظت میں ہوں، بھوک لگتی ہے تو اللہ بہترین رزق دیتا ہے، موسم کے چل کھا لیتی ہوں۔۔۔۔۔ واصف بھی اینٹوں کے درمیان رہتا ہے۔ میں کس منہ سے اللہ کا شکر کروں۔۔۔۔۔ بھائی جو ہیں جیسے ہیں میرا خون ہیں۔ ان کی وجہ سے عزت کا ٹھکانا میرا ہے۔ صرف بھائی ہی نہیں۔ میرے محرم بھی ہیں۔ کبھی میرا دل چاہتا ہے بھائی کے پاؤں پکڑ کر آنسوؤں کا سمندر۔۔۔۔۔ بھادوں۔ دنیا میں میرے بھائی جیسا کسی کا بھائی نہیں ہوگا۔“ بولتے بولتے شمس کی آواز پر آنسو غالب آ گئے۔ پھر رک گئیں۔ سارہ نے ہاتھ بڑھا کر انہیں اپنے ساتھ لگا لیا۔

”ہر سانس میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ میرے بھائی کو گرم ہوا بھی نہ چھوئے۔ اللہ مجھے بھائی کا کندھا نصیب کرے۔“  
”کیسی باتیں کرتی ہو۔؟ یہ تمہاری عمر ہے ایسی باتیں کرنے کی؟“ سارہ نے اپنے دوپٹے سے شمس کے کپڑے اشک پونچھے اور پیار سے ڈانٹا۔



میں..... وہ کپ رکھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔  
 ”نہیں..... مجھے اپنے بیٹے کی بایک پر ہی جانا ہے۔“ یہ کہہ کر شمر نے اپنے کمرے کا دروازہ آہستہ سے بند کر دیا تھا۔  
 ”ایسے راستے سے گزر کر ماں کا اسکول آتا ہے..... تاہم بچہ ہو گیا تو وہیں ساری بڑھائی ہو جائے گی؟“ وہ..... بد مزہ ہو چکا تھا..... سارے کام پرانی فائل کی طرح نیچے دے جا رہے تھے ایک فریش نی فائل ذہن میں کل رہی تھی۔  
 ”تین لاکھ کا گفٹ..... ڈالر والوں کو تو خیر اتنا فرق نہیں پڑتا..... مگر یار بچہ ہی حد ہوتی ہے تین لاکھ..... تین لاکھ ہوتے ہیں بھائی.....“ اسے صرف شرٹ تبدیل کرنا تھی..... ذہن کی حالت کچھ دیر پہلے والی نہیں تھی۔  
 ”تین لاکھ کا گفٹ دینے والا فری سے جس انداز میں ہاتھ مار رہا تھا..... صاف لگ رہا تھا کہ تین لاکھ کی رسید وصول کر رہا ہے۔“ یہ تو اب پتا چلا۔ وہ اب نوپنے کھوٹنے کے انداز میں شرٹ اتار رہا تھا۔

☆☆☆

”عرشی! آئی بیڈ پر کیا آئیں یار..... تم نے حد کر دی..... بہت اچھے گریڈ لارہا ہے..... اب اسے تین، چار لاکھ کے آئی فون بھی دلا دو۔“ ٹوٹو نے اپنی مصروفیات کے دوران عرشلہ کی جھاڑ جھاڑ کے لیے بھی وقت نکال ہی لیا تھا۔  
 ”اچھا نکلی جب تمہاری کال آئی تو میں اس وقت میٹنگ میں تھی ورنہ اسی وقت تمہیں منع کر دیتی..... بری طرح بگڑ جائے گا..... پھر مشکل سے ٹھیک ہوگا۔“  
 ”یار..... آنے کے بعد دم تو لے لیا کرو۔“ عرشلہ تو ٹوٹو کی ”یلاخار“ پر فوراً ہی غل حال ہو گئی تھیں اور اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ عرشلہ کو آج تک اس امر کا اندازہ ہی نہیں ہو پایا تھا کہ ٹوٹو کے کام اتنے زیادہ ہیں کہ وہ پیسہ کم وقت زیادہ بچائی ہے۔

”آئی فون لینا میرے لیے مسئلہ ہی نہیں..... رات تک وہی کی فلائٹ سے آجائے گا میری کو لیگ کا ہز بیڈ بیبی کام کرتا ہے..... لیپ ٹاپ، آئی فون وغیرہ اپورٹ کرتا ہے..... مگر تم زین کو بغیر محنت.....“  
 ”پلیز..... پلیز ٹوٹو مجھے زین کے لیے نہیں چاہیے..... کسی کو گفٹ کرنا ہے.....“ عرشلہ کو کیونکہ بات سمجھ آ گئی تھی اس لیے مزید کچھ سننے کی ضرورت نہیں تھی۔

”کون ہے وہ لکی پرسن.....؟“ اب ٹوٹو نے حیرت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ عرشلہ کی طرف دیکھا تھا۔  
 ”ہے کوئی..... بعد میں بتاؤں گی..... may be آنے والے دنوں میں وہ میری بہو بھی بن جائے۔“  
 عرشلہ نے یوں مسکرا کر کہا جیسے لفظ ”بہو“ بول کر کچھ شٹھا کھایا ہو۔  
 ٹوٹو نے اب آنکھیں پھاڑ کر عرشلہ کی طرف دیکھا۔

”کیوں خود کو دھوکا دیتی ہو..... کسی کی بیٹی فالو ہے..... کسی زندہ انسان پر experiment (تجربہ) کرنے کی اجازت تو میں تمہیں کبھی نہیں دوں گی۔“  
 ”ٹوٹو اب تم مجھے ہرٹ کر رہی ہو..... اس کے فویشن کہتے ہیں 25 کی اتج تک سب کچھ کلینر ہو جائے گا..... ہو سکتا ہے چھوٹا سا آپریشن ہو اور۔“

”عرشی پلیز..... فرض کرنا چھوڑو..... حقیقت کو نہیں کرو۔ آپریشن کے بعد ”gender“ (جنس) بھی تبدیل ہو سکتی ہے..... زین، زین بھی بن سکتی ہے۔“ ٹوٹو عادت سے مجبور تھی..... مگر لپٹی کے بغیر بولی۔  
 ”اوہ..... گاڈ.....“ عرشلہ کو پھر دھچکا لگا..... دل پر ہاتھ رکھ کر دل سننالا۔ ”تم اتنا گلیو کیوں سوچ رہی ہو.....؟ ڈاکٹر بہت پہلے بتا چکے ہیں کہ ہارمونز پروڈکشن کے لحاظ ٹریڈنڈ ”male“ (مرد) کی طرف ہی ہے۔“

”آہستہ بولو..... بھائی نیچے ناشتا کر رہے ہوں گے۔“ شمر نے آواز دبا کر قدرے واضح کی طرف جھک کر تجسس کیا۔  
 ”پتا ہے مجھے اسی لیے میں نے لاؤنج کا دروازہ بند کر دیا تھا جب آپ نے آئی فون کی دردناک کہانی سنانا شروع کی۔“ واضح نے درتی پراٹھا چار حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے بے پروائی سے جواب دیا..... چائے، پراٹھے کا روایتی ناشتا اس کا فیورٹ تھا۔ اس کا خیال تھا چائے، پراٹھا کھانے کے بعد بندہ لچ ٹائم تک ”easy“ گیل کرتا ہے۔  
 ”ناشاء اللہ..... بہت سمجھدار ہو گئے ہو۔“ شمر نے اپنی چائے تیار کرتے ہوئے بہت محبت سے بیٹے کی طرف دیکھا۔

”بات سمجھاری کی نہیں وقت بچانے کی ہے..... ماموں نے کچھ سن لیا تو اوپر آ کر اپنے ”سینئر“ کا بدلہ مجھ سے نکالیں گے..... اور میرے پاس شمر کرنے کا بھی نام نہیں ہے..... ان کے پاس تو نوکر ہیں..... مجھے تو سب کچھ اپنے ہاتھ پاؤں سے کرنا ہوتا ہے۔ اب سبکی دیکھیں بیٹی تین لاکھ کا فون پھینک کر آگئی..... اور نیچے کتنا سکون ہے اس کا منہ ڈھیک کرتے کے لیے چھ لاکھ کا فون لا کر دے دیں گے۔“ یہ کہہ کر واضح نے غلت کے انداز میں چائے کا گھونٹ بھرا۔

”ہیں..... چھ لاکھ کا بھی موبائل آتا ہے.....؟“ شمر کے انداز میں بچوں کی سی حیرت اور مصحوبیت تھی۔  
 ”گوڈ پلیز ہو تو دس لاکھ میں بھی آتا ہوگا..... اب مجھے کیا پتا میں نے تو اس عیاش قوم کو ٹارگٹ کرتے ہوئے بول دیا۔“ واضح نے بے پروائی سے شانے اچکائے۔  
 ”اور دس لاکھ تین، تین لاکھ کے فون.....“

”دلایا نہیں تھا..... بھائی کے دوست نے گفٹ کیا تھا فری کو.....“ شمر نے وضاحت کی۔  
 واضح کو اچھو لگ گیا..... حالانکہ گھونٹ پورا نہیں بھرا تھا۔ بھائی کے دوست نے دوست کو نہیں دوست کی بیٹی کو گفٹ کیا تھا..... وہ بھی پورے تین لاکھ کا آئی فون.....؟ اس کا مطلب ہے دوست نے ماموں سے کم از کم تیس کروڑ کا تو کوئی چیک سائن کرانا ہوگا..... کوئی سرکاری ٹھیکہ ہوگا..... وہ تو ہوا سا کھانسنے کے بعد بے ساختہ بولا تھا۔  
 ”یہاں نہیں رہتے..... بھائی بتا رہی تھیں کہ امریکا سے آئے تھے۔“

”اوہ.....“ نہ جانے کیوں ایک فلمی ہی بل میں آنکھوں کے سامنے جھلکی کی طرح چمکی، گزری ہوئی ایک رات سامنے تھی۔  
 ”ہوں..... تو یہ ”وہی“ دوست ہوں گے..... جن کی خاطر ماموں خلاف عادت دیر تک جا گئے تھے۔“  
 اور..... اور..... وہ.....

واضح کے دل کو کچھ ہوا۔  
 ”وہ..... وہ..... جو..... دلا..... پتلا..... لہا..... مٹی کے بجائے.....“ قائل آئے سے بنا ہوا۔  
 ”کیا سوچتے تھے بیٹا..... چھوڑو یہ سب..... میں لیٹ ہو رہی ہوں۔ آج میری دین بھی نہیں آئے گی..... تم مجھے اسکول ڈراپ کرتے ہوئے جانا.....“ شمر پر لکھت غلت سوار ہونے لگی۔  
 ”نیچے دو کارس مختلف ڈائریکشن میں روانہ ہوتی ہیں..... کسی میں بھی بیٹھ جائیں.....“  
 ”آج تک نہیں ہوں.....؟“ شمر آگے بڑھتے، بڑھتے بغیر کے بولی تھیں۔  
 ”کوئی بھی کام پہلی مرتبہ بھی تو ہوتا ہی ہے..... آج کر لیں..... آرام سے چلی جائیں گی..... شندی ٹھار کار



”بہت ڈپر سڈ نظر آ رہی ہے..... something is wrong“ سمیر نے فکر مندی سے آگے بڑھ  
ہوئی کی طرف دیکھا تھا۔



”زین..... اپنی مام کے ساتھ..... مگر کیوں آیا ہے؟“ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔  
 ”تم اپنا حلیہ ٹھیک کر کے باہر آؤ، میں دیکھتی ہوں..... تمہارے پاپا گھر میں ہی ہیں، وہ بھی آجائیں۔  
 سارہ جلالت کے انداز میں بولتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر نکل گئیں۔  
 فری ساکت و صامت اسی طرح اپنی جگہ کھڑی تھی۔  
 ”زین اپنی مام کو لے کر کیوں آیا ہے..... سو رہی ہو.....؟ لیکن سو رہی تو مجھے بولنا چاہیے..... میں نے اس  
 ”زین میں اس کی اسلٹ کی تھی۔“ فری نے اپنا ہاتھ سر پر رکھ لیا تھا جیسے اڑتے خیال کو پکڑ رہی ہو۔

☆☆☆

سارہ، سرور کو یہ کہہ کر وہ اپنے صاحب کو بھی ڈرائنگ روم میں بھیج دے سوچ میں پڑ گئیں۔ کچھ اندیشے ستا  
 ہے تھے وہ چاہتی تھیں جو بھی بات ہو وہ سالار صاحب کے سامنے ہو..... بعد میں کوئی الزام ان کے سر نہ آئے کہ  
 وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں تو روح کو نہال کر دینے والی خوشبو نے ان کا استقبال کیا۔  
 عرشلہ، زین کے اشارے پر سمجھ گئی کہ یہ فری کی ماں ہیں فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔  
 سارہ تو عرشلہ کو دیکھ کر گویا دم بخود ہو گئی تھیں، جوان بیٹے کی ماں کا رنگ روٹ آرائش و زیبائش..... کالوں اور سفید  
 اچی دار گروں میں نلیم پتھری جگمگاتی تھیں..... بڑے، بڑے ٹاپس، تازک سائیکس..... ڈرائنگ روم کی چھت پر  
 دو بڑے سے قالوس نے نلیم کی قدروقت میں اضافہ کر دیا تھا۔ جگمگاتی، مہکتی، مسکراتی ایک حسین جوان عورت۔  
 ”یہ، یہ، زین کی ماں ہے.....“ سلام کے الفاظ کے ساتھ ہی یہ حیرت آمیز خیال بھی اپنی جگہ بنا رہا تھا۔  
 ”السلام علیکم!“ پہل سارہ نے کی تھی..... زین نے ہاتھ لہرا کر ”Hi“ کر دیا تھا..... عرشلہ نے مصافحے  
 لے بھی دیا۔  
 ”واؤ..... کتنی پھل ہیں فری کی مام.....“ عرشلہ نے زین کی طرف دیکھ کر دلی تاثرات کا اظہار کیا۔

”آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی..... زین کو گھر میں سب جانتے ہیں مگر آپ سے ملاقات کا اتنی اتفاق نہیں  
 تشریف رکھے..... بس فری بھی آ رہی ہے۔“ اس سے پیشتر کہ فری کی بابت پوچھا جاتا..... سارہ نے خود ہی بتا دیا۔  
 ”اوکے..... اوکے..... ہم آپ کا زیادہ ٹائم نہیں لیں گے..... اور سچی بات یہ ہے کہ ہم جان بوجھ کر بغیر  
 دم کیے آئے ہیں۔ اگر بتا کر آتے تو پھر آپ ہمیں انٹرین کرنے کے تکلفات میں لگ جاتیں..... حالانکہ مجھے تو  
 allo ہی نہیں کرتیں..... کہتی ہیں جہاں جانا ہے پہلے وہاں انعام کرو..... سب کے اپنے، اپنے شیڈول ہوتے  
 ہا، اب بھی ہم انہیں بتا کر نہیں آئے.....“  
 ”ممی.....؟“ سارہ قدرے انجھیں۔

”yes my mother“ عرشلہ نے اپنی خوب صورت مسکراہٹ جس میں بلا کی سادگی تھی سے سارہ کو  
 یوں جیسے کوئی چھوٹی بچی کسی سے اپنی ماں کا ذکر کر رہی ہو۔

”اوکے.....“ اب سارہ کو بھی رد عمل دینا پڑا کہ بات سمجھ آگئی ہے۔ اسی وقت فری اندر داخل ہوئی تھی۔  
 ان اتنی نہیں تھی کہ جتنی پریشان تھی۔  
 ”اوہ مائی ڈارلنگ.....“ عرشلہ، فری کو دیکھ کر بازو پھیلا کر جس طرح اٹھ کر آگے بڑھیں..... سارہ تو گویا

اسی لیے عرشلہ نے زین کو فوراً تیار ہونے کا کہہ دیا تھا اور خود بھی بہت اچھی طرح تیار ہوئی تھیں، راتل بلیر  
 حلیوں کی سلائی مل آستین ہم دمک بلاؤں، یورپ سے خریدی ہوئی کاسٹیکس، خوشبو، کٹے بالوں کو ایک طرف  
 سینٹ گھلاب کے پول کی شکل کا کپ جس میں باریک زرقون لگے ہوئے تھے۔ ریڈ لپ اسٹیک۔ پہلی بار وہ زین  
 فری کے گھر جا رہی تھیں۔ شینے نے بیٹان کو کھانسی لگائی تھی۔ سارہ نے اس کی شے کی کی تھی۔  
 ہم رنگ ہل پینے کے بعد وہ مزید دروازہ قامت نظر آ رہی تھیں۔ انہوں نے زین کو کھینچ کر دیا تھا کہ وہ  
 ہیں..... زین جیسے اشارے کا منتظر تھا۔ گرتا پڑتا گرا کر انڈر فلور تک آیا جہاں عرشلہ اس کا انتظار کر رہی تھیں۔  
 ”ای میلٹ مام.....“ اس نے خوشوار حیرت کے ساتھ عرشلہ کو سر سے پاؤں تک دیکھا تھا۔ اس وقت کے

بھی بہت خوش اور ہلکا سا نظر آ رہا تھا۔  
 ”یو آر گرٹ مام..... آپ نے میرے لیے اتنا کچھ کیا ہے..... پرینٹس ایسا تو کبھی نہیں کرتے  
 punish کرتے ہیں۔“ زین کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے..... عرشلہ جیسے تڑپ اٹھیں۔  
 ”مجھے کام ہی کیا ہے..... تمہارے سوا میرے پاس کوئی کام ہی نہیں ہے۔“ انہوں نے آگے بڑھ کر زین پر  
 گلے سے لگا کر اس کے سر پر بوسہ دیا۔ ”چلو..... جو کم ہوا وہ بھی کسی کی خوشی بنا ہوگا..... ہم خرچہ کر رہے ہیں  
 تمہاری دوست بھی خوش ہو جائے گی..... ابھی تک تو بس..... خیر چھوڑو، ہم لیت ہو رہے ہیں، ڈرائیور باہر پارک  
 ہے۔ lets go میں نے ماریہ کو سمجھا دیا ہے کہ مجی کو ایک گھنٹے تک سنبھالے رکھے۔“ یہ کہہ کر عرشلہ نے  
 سے آئی فون کا شمار اٹھا لیا تھا۔ زین ماں کو کٹھنوں سے تمام باتیں سن لی تھیں..... اس نے عرشلہ کی تمام باتیں سن لی تھیں.....  
 ماریہ، شینے کے کمرے سے آتے، آتے رک گئی تھی..... اس نے عرشلہ کی تمام باتیں سن لی تھیں.....  
 کے باہر جاتے ہی اس نے پلٹ کر شینے کی طرف دیکھا وہ گہری نیند میں تھیں..... تھوڑا سا سانس کا مسئلہ بھی چل رہا تھا  
 ماریہ نے آستین ماسک لگا دیا تھا۔  
 وہ آہستہ سے دروازہ بند کر کے باہر آئی تو اعلیٰ درجے کی مہک نے اس کا استقبال کیا..... یوں لگا گویا وہ  
 آس پاس ہی موجود ہیں۔

☆☆☆

”یہ sim تو باہر نکل پڑی ہوئی تھی، تم نے ابھی تک موبائل میں نہیں لگائی۔“ سارہ چھوٹا سا پیک پکڑ  
 حیرت سے فری کی طرف دیکھ رہی تھیں۔  
 ”لگاؤں گی ماما.....“ فری اپنی پیپر فٹنیل کے سامنے بیٹھی بیٹنی انداز میں کی بورڈ پر انگلیاں چلا رہی تھی نظر  
 اسکرین پر تھیں۔  
 ”تو وہاں سے اٹھا تو لیتیں.....“ سارہ نے پیک اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا اور ایک سوچتی ہوئی م  
 نگاہ اس پر دوڑا کر باہر جانے لگیں اسی وقت سرور نے دروازہ بجا کر مہمان آنے کی خبر دی تھی۔  
 ”اس وقت کون آگیا.....؟“ وہ اندازہ لگنے لگیں..... ”صرف مریم (ان کی بہن) ہی بغیر اطلاع دے دیے کسی بھی  
 آسکتی ہے..... اور مریم کو سب ملازم بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔“ ان کا ذہن پہلے پہل مریم کی طرف ہی گیا تھا۔  
 ”بیگم صاحبہ..... زین صاحب اپنی اہلی جان کے ساتھ آئے ہیں۔“ اس سے پیشتر کہ وہ سوال کرتیں م  
 نے فوراً بتا دیا تھا۔

فری اپنی چیز پر فوراً گھوم گئی..... سارہ نے بھی پلٹ کر فری کی طرف دیکھا تھا..... وہ ایک دم اٹھ کھڑی  
 تھی اور یہی طرح ابھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔



”میرا اسیل ابھی تک ایک ٹیبلٹ دیر میں زین کو فون کر کے سوری بول دیتی ہو۔“

”تم نے کیا بولا تھا زین کو؟“ سارہ نے فری کو مزید بولنے سے روک دیا۔ ان کا تو دل بیٹھنے لگا۔ وہ فری سے کسی بھی حماقت کی توقع کر سکتی تھیں۔

”کچھ نہیں ماما۔ تم تو اس اسٹاٹ کر گئی تھی۔ شاید آئی نے سن لیا تھا۔“ فری بھر مانا انداز میں جھکا کر منٹائی۔

”لیکن بیٹا۔ آپ نے زین کو بولا کیا تھا۔“ سالار صاحب الگ اپنی جگہ شرمندگی سے لڑے جارہے تھے بلکہ ڈر رہے تھے کہ جانے کیا کچھ بول کر آگئی ہے کہ زین کی ماں لاکھوں کی شے لے کر ان کے گھر آگئی۔

”کچھ نہیں پاپا۔ بس یہی بولا تھا کہ تم نے میرا ایک بیک سیٹ پر کیوں پھینکا تھا۔“ فری اب رو دینے والی ہو رہی تھی۔

”تو بیٹا۔ سمجھنے سے فون کرنا تو گاڑی میں کرتا۔ آپ اپنا سارا غصہ زین پر اتار کر آگئیں۔ یہ تو پھر زیادتی ہے ناں۔ پھر تو کوئی بھی ہوگا۔ گلی فیل تو کرے گا۔“ سارہ اور سالار صاحب کی شرمندگی ناقابل بیان تھی۔

”آپ دونوں فری کو کچھ نہ بولیں۔ آج کل کے بچے سیل فون کے لیے گریزی ہوتے ہیں۔ اس کی جگہ میں بھی ہوتی تو کچھ ناٹم کے لیے میرا دماغ بھی freeze ہو جاتا۔ میں بہت خوشی سے دے رہی ہوں۔“ فری مجھے بھی عزیز ہے۔ پلیز۔ آپ لوگ انکار مت کیجیے گا۔“ عرشہ نے منت کے انداز میں سارہ اور سالار صاحب کی طرف دیکھا تھا۔

”آپ سچ بچ ہیں شرمندہ کر رہی ہیں۔ غلطی فری کی ہے۔ انسان کو اپنی چیزوں کی حماقت خود کرنی چاہیے۔“ فری نے زین پر غصہ کیا۔ غلط کیا۔“ سالار صاحب نے بڑے غرور سے اور باوقار انداز میں زین کو گریزا کر دیا۔

”کر دہ یہ قیمتی تھنہ کسی صورت قبول نہیں کریں گے۔“ سارہ کی تو گویائی ہی سلب ہو کر رہ گئی۔ یہ تو خوب ہوا کہ سالار صاحب اس وقت بہت مضبوط اعصاب کے مالک ثابت ہوئے۔ وہ جس ”اعلیٰ پوسٹ“ پر کام کر رہے تھے اس میں دن رات اعصاب کا امتحان ہوتا تھا۔ چنانچہ صورت حال سے بخوبی نمٹ رہے تھے۔ فری کی تو شرمندگی سے بری حالت تھی۔ ماں، باپ کے سامنے خود کو مجرم تصور کر رہی تھی۔

”میرا بیٹا بہت sensitive ہے۔ آپ انکار کریں گے تو یہ ہمیشہ خود کو گلی فیل کرتا رہے گا۔ آپ بچوں کی خوشی کی خاطر۔“

”I am sorry Madame“ سالار صاحب کا انداز حتیٰ اور فیصلہ کن ہو چلا تھا۔ ”اگر ہم نے یہ گفت قبول کر لیا تو ہم زندگی بھر گلی فیل کریں گے۔“ سالار صاحب کا انداز بے لک تھا۔ ساتھ ہی انہوں نے فری کی طرف قدرے ناراضی سے دیکھا تھا۔

فری گھبرا کر زین کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

I am sorry zain forget it ... بس میں فضول میں ایسوشل ہو گئی تھی۔ میرا سیل فون تم نے تو نہیں لیا ناں۔“

زین نے جلدی سے بلاتا خیر اپنا سر دائیں، بائیں انکار میں ہلایا۔

”اگر یہ آئی فون فری یوز کرے گی تو یقین کریں مجھے بہت خوشی ہوگی۔ اب یہ اتنا بھی expensive نہیں۔ دو تین لاکھ سے کیا فرق پڑتا ہے۔“ عرشہ نے کمال سادگی و معصومیت سے کہا تو سارہ کی تو حیرت سے آنکھیں پھیل گئیں۔ صحیح معنوں میں ہونٹ ہو کر رہ گئی تھیں۔

”Mam۔۔۔ اب آپ واقعی ہمیں شرمندہ کر رہی ہیں۔ sorry to say جیسے فری کا غصہ آپ

سوچ میں پڑ گیا۔ سوج میں پڑ گیا۔ بڑی ہی انوکھی وزالی کی لڑکی نما صورت سامنے تھی۔ جس سے ہلچلی تھی۔ آج تک نہیں دیکھی تھی۔ ایسے انداز تو خواتین کے جب دیکھنے کو ملے ہیں جب وہ ہونے والی ہو کہ انوکھی پہنانے جاتی ہیں۔ سارہ کے دل کو۔۔۔

”السلام علیکم آئی۔۔۔ Hi زین۔۔۔ ہاؤ آر یو۔۔۔؟“ فری نے سب کچھ ایک ہی ساتھ ہی کہہ دیا۔ کیونکہ خواص لکھا نے نہیں تھے۔

”مٹا سٹک۔“ زین نے انگوٹھے سے بخیریت ہونے کی علامت بنائی۔

اسی لمحے سالار صاحب کی بھی آمد ہوئی۔ وہ بھی ٹھیک، شاک، الجھن میں بڑے دکھائی دیے۔ پیشانی کو چھو کر انہوں نے عرشہ کو شاکس سے سلام کیا اور کھوجتی ہوئی نگاہیں پڑھتی دوڑائی۔

”مام۔ فری کے پاپا۔۔۔ سالار انکل۔۔۔“

”nice to meet you“ عرشہ نے شہابی آداب کے انداز میں سر کو قدرے جھکا کر اور مسکرا کر کہا۔

سالار صاحب کی حالت بھی سارہ سے مختلف نہیں تھی۔ جوان بننے کی اتنی ہی سنواری حسین و جمیل ماں۔ جس کے وجود سے روشنیاں اور خوشبوؤں کی پٹیں پھوٹ رہی تھیں۔ خوشبو بھی ایسی کہ بات کرنے کے بجائے بندہ لسن دیکھتا رہ جائے۔

”ہم آپ کا زیادہ نام نہیں لیں گے۔“ عرشہ نے پھل سے آئی فون کا شاچنگ بیک اٹھایا۔

سارہ، فری، سالار صاحب کی الجھن میں اضافہ ہونے لگا۔

”پہلی بار آپ ہمارے گھر آئی ہیں۔ ہم آپ کو ایسے نہیں جانے دیں گے۔ آپ آرام سے بیٹھیے۔“ سارہ کی نظر عرشہ کے ہاتھ پر تھیں۔ اور وہ اخلاقیات بھارتی تھیں۔

”oh thanks۔۔۔ پھر بھی سہی۔۔۔ بلکہ پہلے میں آپ کو انوائٹ کروں گی۔ آج تو بس ضروری کام سے آئے ہیں۔“ یہ کہہ کر عرشہ نے بیک سے بیک نکالا اور خود چلتی ہوئی فری کے قریب آئیں۔

”فری یہ آئی کی طرف سے گفٹ ہے۔۔۔ یوں سمجھو یہ کوئی due برتھ ڈے گفٹ ہے۔“ انہوں نے پیک فری کی طرف بڑھایا جو عرشہ کے قریبی صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ سارہ اس کے برابر میں بیٹھی تھیں۔ جبکہ سالار صاحب ابھی تک کھڑے ہی تھے۔ کیونکہ عرشہ کے انداز میں جلت تھی۔

”یہ کیا ہے۔“ سالار صاحب نے آئی فون کا پیک دیکھ کر جان لیا تھا کہ مہمانوں کی آمد کا صرف یہی مقصد ہے اور وہ بہت جلدی میں ہیں۔

”بھائی صاحب پلیز۔۔۔ میرا بیٹا اتنا زیادہ غلطی فیل کر رہا ہے کہ میں بتا نہیں سکتی۔ آپ exoept نہیں کریں گے تو میں بہت پر الجھوں میں آ جاؤں گی۔ آل ریڈی میری مدد بیڑہ پر ہیں۔ اور میں خود بھی۔ میٹ لسن پر ہوں۔ اسٹریس میرے لیے زہر ہے۔ پلیز۔“ سارہ، سالار صاحب، فری تو چند ثانیے کے لیے پتھر کے بت ہی بن کر رہ گئے تھے۔ کچھ کچھ ہی نہیں آئی کہ بولیں تو کیا بولیں۔؟

”آئی ایم سوری آئی۔“ میری وجہ سے آپ نے اتنی زیادہ suffering کی۔ بس۔۔۔ مجھے غصہ آ گیا تھا۔ چنانچہ کیا، کیا فضول بول گئی تھیں۔ سوری آئی۔ بعد میں مجھے بہت گلی لیں ہو رہا تھا کہ زین کا کیا تصور ہے۔ آپ تو جب چاہیں اسے یہ والا آئی فون دلا سکتی ہیں۔ میرے لیے بھی تو لائی ہیں ناں۔“ فری نے عرشہ کے شانوں پر اپنا بازو رکھ دیا تھا۔



صحاف کرنے کو تیار ہی نہیں۔۔۔۔۔ سالار صاحب اس سے زیادہ شرمندگی برداشت نہیں کر سکتے تھے نہ بحث و مباحثہ ان کا مزاج تھا۔۔۔۔۔

عرشلہ تو ان کی آواز کی ٹون پر یوں سمجھیں گے ان کی کوئی چوری بکڑی ہو اور انہیں بے بھادگی ساز ہی ہوں۔

”سالار صاحب۔۔۔۔۔ آپ کو نہیں پتا۔۔۔۔۔ یہ اماؤنٹ بینک سے نکل چکی ہے۔ مگر ٹھیک ہونے کے بعد بینک اسٹیٹ منٹ چیک کرے گی تو مجھے ان سے بہت سارے جھوٹ بولنا پڑیں گے۔۔۔۔۔ میں تو بچوں کی خاطر یہ سب کچھ نہیں کرنے کے لیے تیار ہوئی تھی۔۔۔۔۔ بھلے مگر میں اس کا اور میرا جوائنٹ اکاؤنٹ ہے۔۔۔۔۔ مگر میں مگر میں کی پریشانی کے بغیر بڑے چیک سامنے نہیں کرتی try to understand۔۔۔۔۔“

سالار صاحب اور سارہ تو جیسے ہکا بکا ہو کر عرشلہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ یوں جیسے سامنے جوان زین کی ماں نہ ہو کوئی بارہ تیرہ سال کی بچی ہو۔

”جی انکل۔۔۔۔۔ نا تو بہت strict ہیں۔۔۔۔۔ سب ڈرتے ہیں ان سے۔۔۔۔۔“ زین نے بھی جلدی سے اضافہ کیا تاکہ سالار صاحب ان پر رحم کھا کر تھوڑا قول کر لیں۔

”یہ ابھی بینک ہے۔۔۔۔۔ resale ہو جائے گا۔۔۔۔۔ آپ اسے سیل کر کے واپس اماؤنٹ بینک میں جمع کرادیں۔۔۔۔۔ کوئی مسئلہ ہی نہیں۔۔۔۔۔“

”لیکن مئی اسٹیٹ منٹ تو دیکھیں گی ناں۔۔۔۔۔“ عرشلہ کی صورت فون واپس لے جانے کے لیے آمادہ نہیں تھیں۔

”اسٹریس تو نہیں لیں گی ناں۔۔۔۔۔ پیسے اکاؤنٹ سے نکلے تھے واپس آگئے۔۔۔۔۔“ سالار صاحب، عرشلہ کی باتوں سے ہونے والی حیرت کے ذریعہ اثر تھے اب یوں بات کر رہے تھے جیسے کوئی ساریکا کو جسٹ ٹھہرائی کر رہا ہو۔۔۔۔۔ محل، ٹھہراؤ اور گھر اس کو۔۔۔۔۔ مگر فون قبول نہ کرنے کی جتنی مہر بھی ساتھ، ساتھ لگا رہے تھے۔

”ایک منٹ۔۔۔۔۔ آپ آرام سے بیٹھیے۔۔۔۔۔ پہلے تو میں آپ کے لیے فریش جوس منگوائی ہوں۔۔۔۔۔“ سارہ نے گویا اعلان کیا کہ فون پر اب مزید بات نہیں ہوگی۔

”سارہ پلینز۔۔۔۔۔ تو فارمیٹی پھر بھی۔۔۔۔۔“

”آئی پلینز۔۔۔۔۔ تھوڑا سا تو چلے گا۔۔۔۔۔ ایسے اچھا تو نہیں لگتا ناں۔۔۔۔۔ زین، آنٹی کو بولو ناں۔۔۔۔۔“ فری کا ذہن بھی اب اصلی حالت پر واپس آ کر کام کر رہا تھا۔

”میری جان۔۔۔۔۔ سو سوٹ۔۔۔۔۔ مئی نرس کو پاگل کر دیں گی۔۔۔۔۔ تمہیں نہیں پتا۔۔۔۔۔ اس وقت گھر میں کیا سچویشن چل رہی ہے۔“ عرشلہ فری کو گلے سے لگا کر اس کی پیشانی پر چوم لی۔

سالار صاحب بہت پر سکون انداز میں عرشلہ اور زین کو خدا حافظ کہہ کر ڈرائنگ روم سے نکل گئے۔۔۔۔۔ اب ان کی موجودگی کا کوئی جواز بھی نہیں تھا۔

عرشلہ نے ایک نگاہ جاتے ہوئے سالار صاحب پر ڈالی تھی۔

”سالار صاحب بہت سخت مزاج لگتے ہیں۔۔۔۔۔ میرے ہر جینڈ کی طرح۔۔۔۔۔“ عرشلہ نے ماہوی کی کیفیت میں نیپل سے اپنا نیپس پرس اور آئی فون کا شاپر اٹھاتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ وہ یوں مسکرا رہی تھیں جیسے مسکرانے کے لیے بے شکل خود کو تیار کر رہا ہو۔

”آپ سمجھیں۔۔۔۔۔ مائنڈ نہ کریں۔۔۔۔۔ اس سارے قصے میں آپ کا تو کوئی قصور ہی نہیں ہے پھر آپ جرم مانہ کیوں بھریں۔۔۔۔۔ یہ تو زیادتی ہے ناں۔۔۔۔۔؟“ سارہ نے آگے بڑھ کر عرشلہ کے شانے پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر گویا قائل کرنے کی کوشش کی۔

”آئی دیر میں وہ عرشلہ کو اچھا خاصا سمجھ گئی تھیں۔۔۔۔۔ سادہ مزاج، نازول، مہ، اپنی ہوئی، ماں پر انحصار کرنے والی، اعتماد سے غاری ابھی ہوئی خاتون۔۔۔۔۔“

بلکوں سے انھاؤں اس کو

”ہاں، یہ تو ہے۔۔۔۔۔ بچے خوش ہو جاتے تو مجھے بھی خوش ہوتی۔۔۔۔۔ بہر حال کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔“ عرشلہ ہر جہز مسکرائیں۔

”کسی دن آپ کو اسے گھر الوائنٹ کروں گی۔۔۔۔۔ میں ذرا مکی کی طبیعت سنبھال جائے۔“ عرشلہ نے سارہ کو روایتی انداز میں گلے سے لگا کر بڑی گرم جوشی سے کہا پھر پلٹ کر فری کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔ اور دونوں ہانڈ پھیل کر پاس آنے کا اشارہ کیا۔

فری آگے بڑھ کر گلے لگ گئی۔۔۔۔۔ عرشلہ کے مہکتے وجود میں گویا بہشت کے جھونکے تھے۔۔۔۔۔ زمین مسکرا کر فری اور عرشلہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔ آئی فون قبول ہوا یا نہیں اس کا یہ مسئلہ تھا ہی نہیں۔۔۔۔۔ وہ ”کلی“ نہیں ہے سب کو۔۔۔۔۔ پتا چل گیا بس کافی ہے۔

فری اور سارہ خدا حافظ کہنے پر پورچ تک ماں، بیٹے کے ساتھ گئے تھے۔ عرشلہ کی ”اوڈی“ کا رپوچ میں ہی کھڑی تھی۔۔۔۔۔ فری نے پہلی بار کسی قیمتی کار کے ماڈل و بناؤٹ کا ٹوٹس نہیں لیا تھا۔۔۔۔۔ سارہ نے ”اوڈی“ بھی یا 1974ء کی کرولا۔۔۔۔۔ اس کی بلا سے۔۔۔۔۔ ایک آئی فون سے محرومی نے زندگی میں گویا انقلاب برپا کر دیا تھا۔

☆☆☆

رات کو فری کا پہلے والا فون active ہو گیا تھا مگر اس نے سونے سے پہلے آف کر دیا تھا۔۔۔۔۔ خود ہی اپنے وقت پر بیدار ہو گئی تھی۔ اور کالج کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ سالار صاحب ناشتے کی میز پر اس کا انتظار کر رہے تھے۔ سارہ انہیں بتا چکی تھیں کہ فری تیار ہو رہی ہے۔ سارہ سالار صاحب کے ناشتے کے لوازمات ان کے سامنے سجا رہی تھیں۔ ہر طرح کی خدمت گار، ہمیشہ سے میسر تھے مگر وہ سالار صاحب کے ذاتی کام خود انجام دیتی تھیں۔۔۔۔۔ کپڑے ڈرائی کلین ہو کر آتے تھے مگر وہ ہاتھ کے ہاتھ ایک ہاتھ استری کا لگا کر دیا کرتی تھیں کہ گلے ہوئے کپڑوں پر بھی نشان پڑ جاتے ہیں۔۔۔۔۔ مگر بہت زیادہ لیٹ ہو رہے ہوتے تو پیروں میں جرائیں بھی پہنا دیا کرتی تھیں اور اس دوران سالار صاحب اپنی بچی ہوئی چائے یا کافی ختم کر لیتے تھے۔

”رات تو آپ فوراً ہی سو گئے تھے۔“ سارہ نے چائے تیار کرنا شروع کر دی کیونکہ فری آتی ہوئی دکھائی دی۔

”بس مجھے عجیب سائیل ہو رہا تھا۔۔۔۔۔ سر بھاری ہو رہا تھا۔۔۔۔۔ میں اس لیے بھی سو گیا تھا کہ تم آؤ گی تو پھر بھی فضول سا ٹاپک نے لے کر شروع ہو جاؤ گی۔۔۔۔۔ اور میں اس ٹاپک پر آج نہ آئندہ کوئی بات ہی نہیں کرنا چاہتا۔“

سالار صاحب نے ٹکا سا جواب دیا تو سارہ حیران ہی ہو گئیں۔

”اور میں بھی۔۔۔۔۔“ فری نے سیٹ پر براجمان ہوتے ہوئے باپ کی ماں میں ہاں ملائی۔

”سیدھا، سیدھا“ ”تو“ ”آف کیس ہے۔۔۔۔۔ بعض لوگوں کو بیماری ہوتی ہے۔۔۔۔۔ بہانہ ڈھونڈتے ہیں کہ دنیا کو پتا چل جائے کہ ہم کتنے دولت مند ہیں۔۔۔۔۔“ سالار صاحب کا موڈ خراب ہونے لگا۔

”نہیں، نہیں، پاپا۔۔۔۔۔ زین لوگ ایسے نہیں ہیں۔۔۔۔۔ اس کی مام تو بہت soft spoken اور loving ہیں۔۔۔۔۔ میں سمجھ گئی تھی زین بہت رویا ہو گا تو اس کی مام نے یہ اسٹیپ لیا۔۔۔۔۔ otherwise۔۔۔۔۔“

”اچھا۔۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ دو سال کا بچہ ہے جو بات، بات پر بہت روتا ہے۔۔۔۔۔ ناں سنیں۔۔۔۔۔“

سالار صاحب نے فری کو مزید بولنے سے روک دیا۔

”آفس کی ”فل تیاری“ کے بعد سالار صاحب گھر میں ہی ”افر“ بن جاتے تھے کیونکہ ذہن تو ان سے پہلے آفس میں پہنچ چکا تھا۔

سارہ نے آنکھوں کے اشارے سے فری کو مزید بات کرنے سے روکا۔۔۔۔۔ فری چپ چاپ سلاکس پر مارجرین لگانے لگی۔

☆☆☆



شمس آج معمول سے کافی پہلے گھر سے نکل چکی تھیں..... اسکول دین خراب ہوگئی تھی تو متبادل دین جلدی آگئی تھی کیونکہ آؤٹ آف روٹ آتا تھا۔

واصف بچن میں اپنے لیے چائے بنا رہا تھا۔ ذہن میں مختلف قسم کے خیالات کی بھرمار تھی..... پھر جانے کیا ہوا تیزی سے بچن سے نکلا اور میز کی طرف بڑھا..... نیچے پورچ میں جھٹکا ابھی سب کاریں پورچ میں ہی موجود تھیں..... وہ ایک نظر ڈال کر واپس آگیا اور ناشتے کے بجائے صرف چائے پر اکتفا کیا..... تیار تو تھا چائے ختم کر کے اپنا بریف کیس، والٹ اور بایک کی چابی اٹھا کر تیزی سے زینہ اترنے لگا..... انداز میں ایسی عجلت تھی جو کسی ضروری کام انجام دینے کی غرض سے ہوتی ہے۔

جیسے ہی پارکنگ ایریا میں آیا..... ٹھیک اس کے اندازے کے مطابق فری بھی اپنا کالج بیک اٹھائے باہر آتی دکھائی دی۔

واصف یک دم اس کے سامنے آگیا..... فری کے قدم خود بخود رک گئے، اس نے بڑی بد مزگی و ناگواری سے واصف کی طرف دیکھا تھا۔

”کوئی بہت ضروری کام ہے مجھ سے؟“ فری نے ابرو تان کر دیکھا۔

”تم تو اپنے کام کی نہیں ہو..... میرا کیا کام کروگی..... میں تو صرف تمہیں الٹ کرنے کے لیے رکا ہوں۔“

”راستہ چھوڑو..... مجھ پر انرجی ویسٹ کرنے کی ضرورت نہیں who are you...nothing“ فری آگے بڑھنے کے لیے کڑا کر رہی تھی۔

”یہ جو آئے دن کار چوری، سیل چوری کی وارداتیں ہوتی ہیں ناں بڑے، بڑے رئیسوں کی اولادیں گرفتار ہوتی ہیں تو پتا چلتا ہے کہ یہ پیٹ بھرے رئیسوں کے کارنامے ہیں..... یہ الگ بات کہ پولیس کھاپی کر چھوڑ دیٹی ہے۔ راتوں کو دو، دو بجے بوائے فرینڈ کے ساتھ روڈوں پر نظر آؤ گی تو گھر میں ایسی ہی خبریں آئیں گی..... بہت غلط جا رہی ہو.....“ یہ کہہ کر گویا پھر اس نکال کر وہ بایک کی طرف بڑھا تو فضا میں فری کی چیخ نے ارتعاش پیدا کر دیا۔

”پاپا..... یہ باز نہیں آئے گا..... اسے گھر سے نکالیں..... ورنہ میں اسے جان سے مار دوں گی.....“

فری کے ہوش و حواس جواب دے رہے تھے..... اس کی آزادی پر قدغن لگا رہا تھا اس پر مستزاد اس کے دوست کو چور، ڈاکو کہہ رہا تھا۔ سالار صاحب نے صورت حال سمجھنے کی بھی کوشش نہیں کی..... ان کے لیے فری کا چلانا ہی کافی تھا۔ اپنی کار کی طرف بڑھتے قدم واصف کی طرف مڑ گئے۔

ایک جست میں واصف کو جالیا۔

”who are you“ ایک جھٹکے سے اس کا گریبان پکڑا اور ایک زوردار طمانچہ اس کے رخسار پر رسید کیا۔

سالار صاحب چیخے۔

”کون ہو تم..... اپنا نام و نشان پتا ہے تمہیں.....“ سالار صاحب بولے۔

”جاہل انسان..... صبح، صبح لوگوں کا کام شروع ہوتا ہے تم فساد مچاتے ہو..... احسان فراموش..... فساد..... عیاش باپ کی اولاد..... بہن کا منہ دیکھ کر بہت برداشت کر لیا۔ یہ میری بیٹی ہے..... اور ابھی میں زندہ ہوں۔“

آفس میں اکھاڑ پچھاڑ چل رہی تھی..... رات عرشلہ بھی ”بخشش“ دینے آگئی تھیں۔

ذہن میں جتنا غبار تھا..... واصف نے باہر نکالنے کا بھرپور موقع فراہم کر دیا تھا..... واقعی جیسے وہ کسی گولے کی زد میں تھے..... کچھ نہیں سوچ رہا تھا۔ واصف اپنے گال پر ہاتھ رکھے ششدر کھڑا تھا۔

سارہ اندر سے بھاگتی ہوئی باہر آ رہی تھیں۔

(جاری ہے)